امام اہل السنۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز کتاب "راہِ ہدایت"
کے جواب میں لکھی گئی ایک رضاخانی کی نام نہاد کتاب "آفتابِ ہدایت" کا مدلل محقق مسکت جواب

بنام

انوارِ ہدایت

بجواب

آفتابِ ہدایت

مولف

حضرت مولانا محمد کامران صاحب زید مجدہ

(شاگرد مناظرِ اسلام حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ)

ناشر

جمیعۃ اہل السنۃ والجماعۃ

امام اہل السنہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی
مایہ ناز کتاب ''راہِ ہدایت'' کے جواب میں لکھی گئی ایک رضا خانی کی
نام نہاد کتاب ''آفتابِ ہدایت'' کا مدلّل محقّق اور مسکت جواب

بنام

انوارِ ھدایت

بجواب

آفتابِ ہدایت

مؤلّف

حضرت مولانا محمّد کامران صاحب زید مجدہٗ

(شاگرد مناظرِ اسلام حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب زید مجدہٗ)

جمعیۃ اہل السّنۃ والجماعۃ

کتاب کی تفصیلات

کتاب کا نام : انوارِ ہدایت بجواب آفتابِ ہدایت

مؤلف : مولانا محمد کامران صاحب حفظہ اللہ

صفحات :

طباعت کا سن : جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ/ جنوری ۲۰۲۱ء

قیمت :

کمپیوٹر ورک: مولانا عبد اللہ رحمانی (پونہ) الہند

ناشر : جمعیۃ اہل السنۃ والجماعۃ

☆......ملنے کا پتہ......☆

مکتبہ عزیزیہ سلام مارکیٹ، بنوری ٹاؤن کراچی

(+92 03052140052)

فہرستِ مضامین

☆......☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا امّا بعد!

ابتداء سے ہی حق و باطل کی کشمکش جاری ہے اور ہر دور میں باطل کا مقابلہ کرنے کے لیے حق موجود ہوتا ہے، لکلّ فرعون موسیٰ۔ اور باطل کے مقدر میں ہمیشہ فرار ہوتا ہی آتا ہے۔ ﴿جآء الحقّ وزھق الباطل﴾۔

اسی طرح کی کچھ صورتِ حال سے وجود میں آنے والے ایک باطل فرقہ کی ہے، جس نے دینِ اسلام کے مسلّمہ عقائد بالخصوص توحید کی مخالفت میں دن رات ایک کر رکھی ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ توحید کا لفظ قرآن میں نہیں آیا، یہ وہابیوں کی ایجاد ہے تو کبھی کہا جاتا ہے کہ رأس الموحدین تو شیطان ہے وغیرہ۔

اور کبھی خدائی اختیارات مختص بذاتِ باریٔ تعالیٰ مخلوق میں بانٹ کر مقبرۂ توحید کی بیخ کنی کی کوشش کی جاتی ہے، حتیٰ کہ اس فرقہ نے یہاں تک عقیدہ بنالیا کہ آپ علیہ السلام کو تمام خدائی اختیارات پر قبضہ دے دیا گیا، اب کسی بھی چیز کے متعلق یوں کہنا کہ اس چیز کا اختیار یا علم آپ علیہ السلام کو

نہیں دیا گیا تو یہ گستاخی قرار پائے گی۔

آپ علیہ السلام جس چیز کو جس کے لیے چاہیں حلال کر دیں، جس چیز کو چاہیں حرام کر دیں، حتّٰی کہ قرآنی احکام تبدیل کرنے پر بھی قادر ہیں، جس سے چاہیں فرض نماز معاف کر دیں۔

امام اہل السنّت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نوّر اللہ مرقدہٗ نے جہاں اس فرقۂ باطلہ کے دیگر عقائد میں کتابیں لکھی، وہیں ان کے اس عقیدہ مختارِکل کے ردّ میں بھی تقریباً بیس (20) سال قبل ایک کتاب "دل کا سرور" لکھی، جو بے حد مقبول ہوئی۔

دس بارہ سال بعد ان کے ایک مولوی صاحب نے اس کا جواب بنام "نورِ ہدایت" لکھا۔ یہ صاحب امامِ اہل السنّت کے دلائل کا کیا جواب دیتے، الٹا معجزات و کرامات کے مسئلہ میں فاش غلطی بھی کر ڈالی کہ معجزات و کرامات انبیاء و اولیاء کا اختیاری فعل ہوتے ہیں، وہ جب چاہیں جو چاہیں خرقِ عادت کام کر دکھائیں۔

امام اہل السنۃ نے فوراً "نورِ ہدایت" کے اس حصہ کا جواب جو مختارِ کل سے متعلّق تھا "دل کا سرور" کے نئے ایڈیشن میں دے دیا، جبکہ وہ حصہ جو معجزات و کرامات سے متعلّق تھا اس کے جواب کے لیے مستقل کتاب بنام "راہِ ہدایت" سنہ ۱۹۶۰ء میں لکھ دی تھی۔ جس کے بعد انھوں نے ایسے چپ سادھ لی جیسے کہ جسموں میں جان ہی نہ ہو۔

سنہ ۲۰۰۹ء میں جب امام اہل السنۃ کا انتقال ہوا تو اس وقت ان کی باسی کڑھی میں ابال آیا اور ہمارے سرگودھا کے باپ بیٹے اشرف سیالوی و غلام نصیر الدین سیالوی نے مل کر "راہِ ہدایت" کا جواب بنام "آفتابِ ہدایت" لکھا۔ جس میں غلام نصیر الدّین صاحب نے اِدھر اُدھر کی مار کر صرف صفحات سیاہ کیے ہیں، کوئی علمی و تحقیقی بات تو ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتی۔ موصوف کی علمی قابلیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کئی جگہ اپنے یا اپنے اکابر کے فتوؤں کی رو سے گستاخ یا کافر ثابت ہوتا ہے۔

نیز اتنے قابل ہیں کہ بندہ نے جواب لکھنے سے پہلے اس کی ایک عبارت پر اعتراض کر کے اسے خط لکھا، بعد ازاں موصوف نے خط کے موصول ہونے کا اقرار بھی کیا، لیکن جب اعتراض

سے جان چھوٹتی ہوئی محسوس نہ ہوئی تو آئیں بائیں شائیں کر کے خط کا جواب دینے سے ہار مان لی۔

آج سے تقریباً چھ سات سال قبل جب بندہ درجہ رابعہ کا طالبِ علم تھا تو استاذ محترم مناظرِ اسلام حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اس کا جواب لکھنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بندہ نے درجۂ رابعہ میں ہی اس کا جواب لکھ دیا تھا، لیکن تا حال اشاعت سے محروم تھی، اب مناظرِ اسلام حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ تعالیٰ کے تعاون وکوشش سے منظرِ عام پر آ رہی ہے فجزاھم اللہ خیرا واحسن الجزاء۔

بندہ نے ابتداء محلِ نزاع کی وضاحت سے کی ہے، تاکہ قارئین خلطِ مبحث کا شکار نہ ہوں، جیسا کہ موصوف ہیں جنھیں یا تو محلِ نزاع کا ہی علم نہیں یا جان بوجھ کر خلطِ مبحث سے کام لے کر دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔

محلِ نزاع میں ہی مافوق الاسباب ماتحت الاسباب مستقل غیر مستقل خلق کسب سے متعلق سیر حال بحث کی ہے۔

اس کے بعد موصوف کے مختارِ کل پر پیش کردہ دلائل کا جواب دیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ اپنے دلائل بھی ذکر کر دیے گئے ہیں۔ اور پھر دوسرے حصے میں معجزات وکرامات سے متعلق سیالوی دلائل کا جواب دے کر اپنے دلائل سے کتاب کو مزین کر دیا گیا ہے اور اس بات کو ثابت کر دیا گیا ہے کہ معجزات وکرامات کے متعلق یہ عقیدہ کہ یہ انبیاء واولیاء کا اختیاری فعل ہوتے ہیں یہ سراسر غیر اسلامی نظریہ ہے۔ چنانچہ دلائل کتاب میں موجود ہیں وہی ملاحظہ کر لیے جائیں، سرِ دست ایک حوالہ جو کہ کتاب میں نہیں ہے پیش کیا جاتا ہے۔

چنانچہ فریقِ مخالف کی بھی مسلّمہ شخصیت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اکثر علمائے کرام نے لکھا ہے کہ سب اقسام کفر کے راجع شرک کی طرف ہوتے ہیں اور سب اقسام سے شرک لازم آتا ہے تو کفار کی مغفرت اس آیت سے ثابت نہیں، مثلاً اہلِ کتاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے منکر ہیں تو گویا ان کا اعتقاد یہ ہے کہ معجزات پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا فعل ہیں، حالانکہ معجزات اللہ تعالیٰ کا فعل

ہوتے ہیں، تصدیقِ پیغمبر ﷺ کے واسطے صادر ہوئے تو اہلِ کتاب کے اس انکار سے لازم آتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا دوسرے میں بھی فعل معجزہ صادر کرنے کی قدرت ہے، چنانچہ ان اہلِ کتاب کا یہی عقیدہ ہے اور یہ عین شرک ہے"۔

(فتاویٰ عزیزی: ص ۴۰۸)

معجزات و کرامات کے متعلق اتنے دلائل پیش کر دیے گئے ہیں کہ ایک منصف مزاج سلیم الفطرت انسان کی راہنمائی کے لیے کافی ہیں، البتہ ضدی لوگوں کے لیے دفتروں کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔

آخر میں ان سب حضرات کے لیے دعا گو ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی حوالے سے مدد کی، بالخصوص استاذِ محترم قاطع شرک و بدعت مناظرِ اسلام حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب کا کہ جنھوں نے ابتداء سے لے کر انتہاء تک بندہ کی مسلسل راہنمائی کی اور مناظرِ اسلام حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی اور ان کی پوری ٹیم جن کے خصوصی تعاون کی وجہ سے یہ کتاب منظرِ عام پر آرہی ہے، فجزاھم اللہ خیراً واحسن الجزاء۔

محمد کامران

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ

اصل محلّ نزاع

محل نزاع یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے مافوق الاسباب طریقے پر انبیاء و اولیاء کرام کو اختیارات دیے ہیں یا نہیں ۔یعنی مافوق الاسباب اختیارات (جن میں اولاد دینا، رزق دینا، مافوق الاسباب طریق پر شفاء دینا، زندہ کرنا، کسی چیز کو حلال، حرام کرنا وغیرہ ہیں) دیے ہیں یا نہیں؟

اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مافوق الاسباب اختیارات کسی کو نہیں دیے ہیں ۔جبکہ اہل بدعت رضاخانی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اور اولیاء کرام کو مافوق الاساب اختیارات دیے ہیں۔

لیکن آنے والی بحث سے پہلے چند تمہیدی باتوں کا جاننا ضروری ہے ۔

(۱) مافوق الاسباب کا معنیٰ کیا ہے؟

چونکہ محل نزاع بھی اسی میں سے ہے اس لئے اس کا جاننا ضروری ہے ۔

یہاں پر چھ چیزیں ہیں جن میں سے تین ایک ہیں اور تین ایک ہیں ۔

خلق و کسب، مستقل و غیر مستقل ۔مافوق الاسباب و ماتحت الاسباب۔

چنانچہ خلق، مستقل، مافوق الاسباب ۔ یہ تین ایک ہی ہیں ان میں مآل کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ۔

اور کسب، و غیر مستقل، ماتحت الاسباب یہ تینوں ایک ہی ہیں ۔ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

چنانچہ امام اہل السنّت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

جہاں علماء ملت ماتحت الاسباب اور غیر مستقل کے الفاظ بولتے ہیں ان سے ان کی مراد یہی کسب ہوتا ہے یہ مؤلف مذکور کی نادانی ہے کہ وہ ماتحت الاسباب اور غیر مستقل کو الگ الگ امور تصور کئے بیٹھے ہیں بیشک الفاظ تو جدا جدا ہیں لیکن مآل دونوں کا ایک ہی ہے۔

حضرات متکلمین نے خلق اور کسب کا فرق بیان کرتے ہوئے ایک فرق یہ بیان کیا ہے کہ ان الکسب واقع بآلۃ والخلق لا بآلۃ ۔ (شرح العقائد ص ۴۴) کسب آلہ سے واقع ہوتا ہے اور خلق کا وقوع آلہ کے بغیر ہوتا ہے آلہ ظاہری ہو جیسے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء یا باطنی

ہو جیسے قلب اور عقل وغیرہ اس سے واضح ہوا کہ کسب سبب اور آلہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اور خلق کے لئے سبب اور آلہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

الغرض جس چیز کو ماتحت الاسباب سے تعبیر کرتے ہیں وہی کسب کہلاتی ہے جس کا اقرار خود مؤلف مذکور کو ہے۔

ان کی علمی استعداد اور قابلیت پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ کسب اور خلق کی تعبیر کا اقرار کرتے ہیں مگر ماتحت الاسباب ومافوق الاسباب کے الفاظ سے گھبراتے ہیں۔

اور ایک فرق یہ بیان کیا ہے۔

والکسب لایصح انفراد القادر به والخلق یصح۔ (شرح العقائد ص ۴۴)

کسب میں اس پر قدرت رکھنے والے کا انفراد واستقلال صحیح نہیں ہے اور خلق میں صحیح ہے۔

اور اس کی تشریح یوں کی گئی ہے۔

لان قدرة العبد غیر موثرة فلا یصدر منه الفعل الا بقدرة الله سبحانه بخلق مایشاء بلاحاجة الی کسب العبد۔ (نبراس ص ۲۷۸)

اس لئے کہ بندہ کی قدرت موثر نہیں سو اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بغیر فعل صادر نہیں ہوسکتا اور خلق میں صحیح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کرتا ہے اس کو بندہ کے کسب کی حاجت نہیں ہے۔

کسب وخلق کا پہلا درجہ تو یہ تھا کہ کسب سبب اور آلہ کے ذریعے ہوتا ہے یعنی ماتحت الاسباب ہے اور خلق اسباب وآلہ سے بالا تر ہوتا ہے یعنی مافوق الاسباب ہے اور اب دوسرا فرق یہ بیان ہوا ہے۔ کہ کسب میں کاسب کی قدرت موثر نہیں ہوتی اور وہ اس میں منفرد اور مستقل ہوتا ہے۔ اور خلق میں قادر کی قدرت موثر ہوتی ہے اور وہ اس میں منفرد و مستقل ہوتا ہے گویا جس امر کو حضرات متکلمین کسب وخلق سے تعبیر کرتے ہیں وہی دوسرے الفاظ میں بالاستقلال اور غیر استقلال ہے غرضیکہ مآل کے لحاظ سے کسب وخلق ماتحت الاسباب ومافوق الاسباب اور مستقل اور غیر مستقل کے عنوان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(بلفظہ اتمام البرہان حصہ اول)

اور سادہ انداز میں مافوق الاسباب کا مطلب امامِ اھلسنت نے یوں بیان فرمایا کہ

''مافوق الاسباب سے مراد یہ ہے کہ عالم کی چیزوں سے قطع نظر کر کے اگر کسی کو نفع یا نقصان پہنچے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوگا۔

مثلاً اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کو زہر دے کر قتل کر دیا یا تلوار اور بندوق سے اس کا کام تمام کر دیا، دریا میں ڈبو دیا اور وہ مرگیا تو کہا جائے گا کہ یہ عالم اسباب کے ماتحت ہوا ہے اسی طرح بھوکے کو کھانا پیاسے کو پانی یا بیمار کو دوائی دے دی اور اس کی بظاہر مایوس کن حالت سنور گئی تو یہی کہا جائے گا کہ یہ سلسلہ اسباب ومسببات کے مطابق ہوا لیکن اگر تمام تر چیزوں کی عدم موجودگی میں جب کہ بظاہر کوئی سبب نظر نہ آتا ہو اور ہم دیکھیں کہ کسی کو نفع یا نقصان ہو رہا ہے یا ہم اپنی تدبیر کے موافق نافع اور سود مند چیزیں ہی استعمال اور اختیار کرتے ہیں، لیکن وہ تمام ہمارے خلاف پڑتی ہیں۔ تو یہ کہا جائے گا کہ یہاں ایک ایسی زبردست قدرت کا ہاتھ ہے جس کے سامنے کسی کا بس اور چارہ نہیں اور یہ معاملہ مافوق الاسباب کا ہوگا۔ خوب سمجھ لو......!

(دل کا سرور ص ۴۴)

(۲) اتمام البرہان کی عبارت سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ غیر مستقل سبب کے مترادف ہوتا ہے۔ یعنی جہاں پر غیر مستقل کا لفظ آئے گا تو یہ سبب کے معنی میں ہوگا لیکن مستقل ہر جگہ خلق کے معنی میں نہیں ہوتا۔ بلکہ خلق کے معنی میں اسی وقت ہوگا جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بولا جائے۔

لیکن جب مخلوق پر بولا جائے تو اس وقت اس' معنی میں کہ یہ صفت مثلاً مافوق الاسباب اختیارات عطا تو اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں لیکن اب یہ ان اختیارات کے نافذ کرنے میں اس طرح مستقل ہوگیا ہے کہ دوبارہ خصوصی اجازت نہ لینی پڑے بلکہ اسی اجازت سے جیسے چاہے مافوق الاسباب اختیارات نافذ کرتا رہے۔

چنانچہ مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب لکھتے ہیں کہ

''مستقل بالتاثیر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس کے سپرد ایسے طور پر کر دیا ہے کہ وہ اس کے نافذ کرنے میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کا محتاج نہیں ہیں ہے گو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اس کو اس کی تفویض اور اختیارات سے معزول کر دے۔

(بوادر النوادر ج ۲ ص ۷۸ بحوالہ گلدستہ توحید ص ۱۱۷)

مخلوق میں مافوق الاسباب اختیارات ماننا خواہ مخلوق کی ذاتی قدرت سے ماننے یا اللہ تعالیٰ

کے عطا کرنے سے دونوں طرح درست نہیں ہے۔

مجالس الابرار اقسام شرک کے بیان میں مرقوم ہے:

والخامس من انواع الشرك شرك الاسباب وهو اسناد التأثير لاسباب العادية كشرك الفلاسفة والمطبائعين ومن تبعهم على ذالك من جهلة المومنين فانهم لما رأوا ارتباط الشبع باكل الطعام وارتباط الذى يشرب الماء وارتباط ستر عورة بليس الثياب وارتباط الضوء بالشمس ونحو ذالك ممالا الحصر فهو بجهله ان تلك الاشياء هى الموثرة فيماا تبطه وجوده معها امابطبعها او بقوة وضعها الله تعالىٰ فيما وهو غلط۔

ترجمہ: اور پانچویں قسم شرک کی شرک اسباب ہے اور وہ نسبت کرنا تاثیرات کا اسباب سے موافق عادت کے جیسے شرک حکماء و یونان اور طبیبوں کا اور جو مسلمان جاہل ان کے پیرو ہیں انہوں نے جب دیکھا کہ ربط شکم سیر کا کھانا کھانے سے اور ربط تازگی کا پانی پینے سے اور ربط ستر پوشی کا کپڑا پہننے سے اور ربط روشنی کا سورج سے ہے اور اس کی مانند بے انتہاء تو اپنی جہالت سے یہ سمجھے کہ یہی چیزیں مستقل تاثیر رکھتی ہیں اپنی اپنی مسببات میں یا تو اپنی طبع کی تاثیر ہے اس قوت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان میں رکھ دی ہے اور یہ سب غلط ہے۔

اور پھر آگے چند سطور بعد لکھتے ہیں کہ

والخامس الذى هو شرك الاسباب التفصيل وهو ان اهل هذا الشرك فى اعتقاد هم التاثير تلك الاسباب مختلون فمنهم من يعتقد ان تلك الاسباب توثر بطبعها وحقيقتها فى الاشياء التى تقارنها ولا خلاف فى كفر من يعتقد هذا ومنهم من يعتقد ان تلك الاسباب لا توثر بطبعها وحقيقتها بل بقوة اوعها الله تعالىٰ فيه ولو نزعها منها لا توثر وقد تبعهه فى هذا الاعتقاد كثير من عامة المومنين ولا خلاف فى بدعة من يعتقد هذا وانما الخلاف فى كفره فمن كان فيه شى من هذاه المذكورات ولم يسع فى ازالته عن نفسه واصلاح شانه ...بالسو وان

کان مع کمال الزھدو الصلاح لان زھدہ وصلاحہ انما ینفعہ اذا کان مع الاعتقاد الصحیح الموافق لکتاب اللہ تعالیٰ وسنۃ رسولہ ﷺ واما اذالم یکن مع الاعتقاد الصحیح الموافق ...کان مع الاعتقاد الفاسد المخالف لھما فلا ینفعہ۔

ترجمہ: اور پانچویں قسم کا حکم جو شرک اسباب ہے اس تفصیل پر ہے کہ ایسے مشرک اپنے اعتقاد میں تاثیر ان اسباب کی جہات میں کئی طرح پر جانتے ہیں بعضے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تاثیر ان اسباب کی جن اشیاء سے ملتی ہیں طبعی اور حقیقی ہے ایسے اعتقاد رکھنے والوں کے کفر میں کسی کو خلاف نہیں ہے اور بعضے یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ یہ اسباب باعتبار طبیعت اور حقیقت کے اثر نہیں کرتے بلکہ بزور ایک قوت کے جو اللہ تعالیٰ نے ان اسباب میں پیدا کی ہے اور اگر اس قوت کو ان میں سلب کر دے تو اثر باقی نہ رہے اس اعتقاد میں اکثر عوام مسلمان بھی ان کے شامل ہیں ایسے اعتقاد والوں کے بدعتی ہونے میں خلاف نہیں خلاف ہے تو کفر میں بس جس شخص میں کوئی سا اعتقاد ہو ان مذکورات میں سے اور وہ اس کے دور کرنے میں سعی نہ کرے اور اپنا اعتقاد درست نہ کرے تو اس کا خاتمہ بد ہوگا اگرچہ کمال زہد اور اصلاح رکھتا ہو اس واسطے کہ زہد وصلاح اس کو تب فائدہ دے گی جب اعتقاد صحیح کے موافق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے ہو اگر ساتھ اعتقاد صحیح کے نہ ہو جو موافق کتاب اللہ و رسنت کے ہے بلکہ ساتھ اعتقاد فاسد کتاب اور سنت سے مخالف تو کچھ فائدہ نہ دے گا۔

(۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ:

"لا یشفی مریضاً ولا یرزق رزقاً ولا یکشف ضراً الا ھو بمعنی ان یقول لشئی کن فیکون لا بمعنی التسبیب العادی الظاھری کما یقال شفی الحبیب المریض ورزق الامیر الجند فھذا غیرہ وان اشتبہ فی اللفظ۔

(تفہیماتِ الٰہیہ ص ۱۴۵)

ترجمہ: نہ تو اس کے بغیر کوئی بیمار کو شفاء دے سکتا ہے اور نہ رزق اور نہ کوئی اور تکلیف رفع کر سکتا ہے یہ...... کا) صرف اسی کے ہیں کہ جب وہ کسی چیز کے بارے میں فرماتا ہے کہ ہو جا تو ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ...... کام سبب عادی اور ظاہری سے ماوراء ہوتے ہیں ایسے نہیں

جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ طبیب نے مریض کو شفا دی اور امیر لشکر نے فوج کو رزق دیا اور اللہ تعالیٰ کا دینا اس کے سوا ہوتا ہے اگرچہ لفظ میں اشتباہ واقع ہو جاتا ہے۔

(۴) شیخ ابوبکر بن محمد عارف خسر قدؒ فرماتے ہیں کہ:

الشرك هو اعتقاد ان بغير الله اثراً فوق ما هو به الله من الاسباب الظاهره وان الشي من الاشياء سلطاناً فيما خرج عن قدرة المخلوقين۔

(مالابدمنہ)

ترجمہ: شرک اس اعتقاد کا نام ہے جو غیر اللہ کے متعلق یوں قائم کرلیا جائے کہ غیر اللہ کا ان ظاہری اسباب سے بالاتر اثر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری اسباب قرار دیا اور یہ کہ کسی چیز کا اس شئے پر تسلط ہے جو مخلوق کی قدرت سے خارج ہے۔

(۵) شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ:

مدد چاہنا دو طور پر ہوتا ہے ایک طور یہ (ماتحت الاسباب) کہ مخلوق دوسری مخلوق سے مدد چاہے امیر اور بادشاہ سے نوکر اور فقیر اپنی حاجتوں میں مدد چاہتے ہیں اور عوام الناس ایسا ہی اولیاء اللہ سے چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارا فلاں مطلب حاصل ہو جائے۔ اس طور سے یعنی ماتحت الاساباب طریقے پر مدد چاہنا شرعاً زندہ مردہ سب سے جائز ہے۔

آگے لکھتے ہیں کہ:

تیسرا طور{مدد چاہنے کا یہ ہے کہ جو چیز خاص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں (اس کو مافوق الاسباب کہتے ہیں) مثلاً لڑکا دینا یا پانی برسانا یا بیماریوں کو دفع کرنا یا عمر زیادہ کرنا یا ایسی اور چیزیں جو خاص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں (مافوق الاسباب ہیں) ایسی چیزوں کے لئے کسی مخلوق سے کوئی التجاء کرے اور اس شخص کی نیت یہ نہ ہو کہ وہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کرے کہ اللہ کے حکم سے ہمارا یہ مطلب حاصل ہو تو یہ حرام مطلق بلکہ کفر ہے۔

(فتاویٰ عزیزی)

(۶) اکابر کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ماتحت الاسباب استعانت، اختیارات، قدرت درست ہے جبکہ مافوق الاسباب استعانت، اختیارات، قدرت وغیرہ شرک ہے یہ اصطلاح اور فرق

اکابر کی کتب میں موجود ہے اہلسنت کی اختراعی اصطلاح نہیں ہے۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ:

العبادة عبارة عن الاعتقاد والشعور بان للمعبود سلطة غيبية (اى فى العلم والتصرف) فوق الاسباب يقدر بها على النفع والضرر فكل دعاء ونداء وثناء وتعظيم ينشاء من هذا الاعتقاد فهى عبادة۔

(مدارج السالکین جلد اول ص ۴۰)

ترجمہ: اگر یہ اعتقاد خدا تعالیٰ کے حق میں ہو کہ ہمارے حالات جاننے اور ان میں متصرف ہونے میں اللہ جل شانہ کا فوق الاسباب غیب قبضہ ہے اور اسی اعتقاد کے ماتحت اللہ کریم کو پکارا جائے یا کوئی وصف ثناء کی جائے یا کسی اور فعل سے تعظیم کی جائے تو یہ سب اللہ کی عبادت اور موجب ثواب ہوگی۔ اب آئیے اصل کتاب کی طرف چلتے ہیں۔

باسمہ تعالیٰ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختار کل کا انکار کرنے والے کا حکم:

سیالوی نے لکھا ہے کہ:

''ہمارا یہ عقیدہ ظنی ہے جو آدمی نبی علیہ السلام کی گستاخی کا مرتکب نہ ہو اور نہ گستاخی کرنے والوں کی گستاخی کو برحق جانتا ہو بلکہ گستاخی کرنے والا کوئی بھی ہو اس کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہو لیکن اس عقیدہ (مختار کل) میں اہلسنت سے اختلاف کرتا ہو ہم اس کو کافر یا گمراہ قرار نہیں دیتے۔'' (ص ۳)

یعنی جو شخص آپ علیہ السلام کو مختار کل نہیں مانتا تو وہ سیالوی کے نزدیک کافر یا گمراہ نہیں ہے۔ جبکہ سیالوی کے علامہ الحاج مفتی محمد امین کے رسالہ میں (دو جہاں کی نعمتیں) میں یہ بات لکھی ہوئی ہے۔ کہ جو شخص یوں کہے کہ آپ علیہ السلام کو فلاں چیز کا اختیار نہیں تھا۔ (دوسرے لفظوں میں مختار کل کا انکار کرتا ہے۔......) تو وہ آپ علیہ السلام پر عیب لگاتا ہے۔

اور عیب لگانے والے کے بارے میں اشرف سیالوی نے لکھا ہے کہ وہ کافر ہے جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (مناظرہ جھنگ)

اب نتیجہ یہ نکلا کہ بریلوی حضرات کے نزدیک جو شخص آپ علیہ السلام کو مختار کل نہیں مانتا وہ عیب لگاتا ہے جو عیب لگائے وہ کافر ہے ایسا کافر کہ اس کے کفر میں شک کرنے والا کافر، چونکہ غلام نصیر الدین ایسے شخص کو کافر نہیں کہتا لہٰذا غلام نصیر الدین اپنے باپ کے فتوے سے کافر ٹھہرا۔

فیض اویسی کی کتاب ''لاعلمی میں علم'' میں یہ بات لکھی ہوئی ہے

''آپ کی لاعلمی یا عدمِ اختیار ثابت کرنا جاہلوں یا نبوت کے گستاخوں کا کام ہے''

لیکن سیالوی کی حماقت تو یہ ہے کہ پہلے لکھا کہ جو شخص آپ علیہ السلام کو مختار کل نہیں مانتا وہ کافر یا گمراہ نہیں، لیکن چند صفحات کے بعد یوں رقمطراز ہے کہ

''اس حدیث پاک میں ہر اس شخص کے لئے جس کی بصیرت اور بصارت کو اللہ تعالیٰ نے ماؤف نہیں کر دیا اور ہر اس انسان کے لئے جو بغض رسالت میں اندھا نہیں ہو گیا اس امر کا وافر ثبوت ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مختار کل ہیں۔'' (ص ۸۸)

سیالوی کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بغض رسالت میں اندھا ہو گیا ہے وہ آپ علیہ السلام کو مختار کل نہیں مانتا۔ اور پہلے لکھا ہے کہ جو شخص آپ علیہ السلام کو مختار کل نہیں مانتا تو وہ کافر یا گمراہ نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سیالوی کے نزدیک ایسا شخص جو آپ علیہ السلام کو مختار کل نہیں مانتا وہ بغض رسالت میں اندھا ہو چکا ہے لیکن وہ کافر یا گمراہ نہیں حالانکہ بغض رسالت ہونا محبت نہ ہونے کی دلیل ہے اور سیالوی صاحب خود لکھتے ہیں کہ:

''جس شخص کے دل میں نبی کریم علیہ السلام کی محبت نہیں وہ اور تو سب کچھ ہو سکتا ہے، لیکن مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ (لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین)''۔ (ص ۴)

ہم سیالوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا ایسا شخص جو بغض رسالت میں اندھا ہو چکا ہے وہ مسلمان ہے؟ اگر مسلمان نہیں ہے تو پھر اسے کافر نہ کہہ کر تم کافر ہوئے یا نہیں؟ جواب بریلوی اصولوں کو مدنظر رکھ کر دینا۔ اسی طرح ص ۴۷ پر لکھا ہے کہ:

''اس حدیث پاک کے اندر بھی ہر اس شخص کے لئے جس کی بصارت پر ابلیس نے بغض رسالت کی پٹی نہ باندھ دی ہو اور جس کی بصیرت ماؤف نہ ہو چکی ہو۔اس امر کا وافر ثبوت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں''۔

ص ۵۳ پر ہے:

''اس حدیث پاک سے ہر اس شخص کے لیے جو شرم و حیا کا کوئی ذرہ بھی رکھتا ہو اور غیرت ایمانی کا کوئی شمع بھی رکھتا ہو یہ بات بالکل واضح ہے کہ نبی ﷺ مختار کل ہیں''۔

قارئین شاید حیران ہوں گے کہ ایک شخص جو کہ جانشین اشرف العلماء پاسبان مسلک احمد رضا محقق العصر یادگار بریلویت مفتی علامہ ہو کر اپنے آپ کو کافر یا گستاخ کیسے کہہ سکتا ہے تو حیران ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔کیونکہ اس بات کا جواب خود محقق صاحب نے دیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

''یہاں ہمارے بعض قارئین کے ذہن میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کوئی عاقل آدمی اپنے آپ کو کیسے کافر کہہ سکتا ہے تو گزارش ہے کہ کوئی عاقل آدمی واقعی اپنے آپ کو نہیں کہہ سکتا لیکن مشہور مقولہ ہے

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ)

بریلوی حکیم الامت لکھتا ہے کہ:

''آپ علیہ السلام کی ایک صفت کا انکار پورے قرآن کا انکار بلکہ تمام آسمانی کتابوں کا انکار ہے''۔(نور العرفان ۴۶۵)

اور بریلویوں کے نزدیک مختار کل ہونا بھی آپ علیہ السلام کی صفت ہے لہٰذا جو اس کا انکار کرے گا وہ پورے قرآن بلکہ تمام آسمانی کتابوں کا انکار کرے گا۔لیکن سیالوی کہتا ہے کہ ایسا شخص کافر یا گمراہ نہیں ہے۔سیالوی نے لکھا ہے کہ:

''بریلوی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ''نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے دنیا و آخرت کی تمام چیزوں کے مالک ومختار ہیں اور پوری کائنات میں متصرف ہیں''۔(آفتاب ہدایت)

سیالوی صاحب نہ تو آپ کو اپنا عقیدہ معلوم ہے کیونکہ اگر معلوم ہوتا تو تم پر تمہارے مولویوں کے فتوے نہ لگتے ،اور نہ ہی محل نزاع کا پتہ ہے۔جیسا کہ آگے معلوم ہوگا انشاء اللہ۔سیالوی صاحب،

یہی دو چیزیں تو ضروری ہوتی ہیں۔جبکہ جناب کو ان کی ہوا بھی نہیں لگی۔کم ازکم قلم اٹھانے سے پہلے یہ تو کسی سے پوچھ لیتے اگر راہ ہدایت کو ہی بالاستیعاب پڑھ لیتے تو محل نزاع معلوم ہو جاتا۔

رضاخانی عقیدہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ معطّل ہے:

سیالوی صاحب اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مختارکل کب بنایا؟ اور بقول پیر مہر علی شاہ صاحب نعوذ باللہ خود معطل ہو گیا۔جیسا کہ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف دل سے متوجہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول علیہ السلام اپنے چچا ابوطالب کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لاویں اور ظہور میں ایسا نہیں آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کل اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہوا یہ تب ہے نعوذ باللہ نعوذ باللہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دے کر آپ معطل ہو بیٹھے اور یہ بالکل برخلاف عقیدہ اسلام ہے''۔

(مکتوبات طیبات ص ۱۲۶ بحوالہ تنقید متین)

(۲) اگر نبی علیہ السلام مختار کل ہیں تو اپنے چچا کو باوجود خواہش کے ہدایت کیوں نہ دے سکے؟

(۳) بریلویوں کے نزدیک اس وقت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر وہابی مرتدوں کافروں کی حکومت ہے اور حرمین کے امام مرتد اور کافر ہیں اگر نبی علیہ السلام حاضر و ناظر اور مختار کل ہیں تو پھر نبی کریم علیہ السلام اپنی مسجد اور مسجد حرام سے وہابی مرتدوں کو باہر کیوں نہیں نکال دیتے؟

(۴) کیا ابوطالب پر توبہ کا دروازہ حضور علیہ السلام نے بند کیا تھا؟ جیسا کہ بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ توبہ کا دروازہ بند کرنا آپ علیہ السلام کے اختیار میں ہے۔

(۵) کیا آپ علیہ السلام کو تبلیغ رسالت چھوڑنے کا اختیار تھا؟

(۶) کیا آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی وحی اور احکام میں تبدیلی کر سکتے تھے؟

(۷) کیا آپ علیہ السلام کو فرائض چھوڑنے کا اختیار تھا؟

(۸) کیا نبی ﷺ کو اختیار تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی کسی بات (وحی) کو چھپا لیں اور

آ گے نہ پہنچا ئیں؟

(۹) کیا آپ علیہ السلام کو اپنی مجلس سے مساکین صحابہ کو اٹھا دینے کا اختیار تھا یا آپ علیہ السلام انہیں اپنے ساتھ بٹھائے رکھنے پر مامور تھے۔ اگر آپ علیہ السلام کو یہ اختیار نہیں تھا تو آپ علیہ السلام مختار کل کیسے؟

(۱۰) اگر نبی پاک علیہ السلام اللہ کے حکم کے پابند ہوں تو وہ مامور ہوں گے یا مختار؟

(۱۱) کیا مختار کل کو کسی سے مدد اور نصرت لینے کی ضرورت ہوتی ہے؟

(۱۲) کیا نبی ﷺ اللہ کے کیے ہوئے حلال کو حرام یا بالعکس کا اختیار رکھتے تھے؟

(۱۳) اگر نبی کریم ﷺ مختار کل ہیں تو مشرکوں کے لیے دعاءِ بخشش کیوں نہیں کر سکتے؟

(۱۴) اگر آپ علیہ السلام مختار کل ہیں تو پھر شفاعت کے کیا معنیٰ؟ جیسا کہ احمد رضا لکھتا ہے کہ:

''یہ محتاجی ہی منشاء شفاعت ہے جہاں محتاجی نہ ہو خود اپنے حکم سے جو چاہے کر دیا جائے شفاعت کی کیا حاجت ہو''۔

(فتاویٰ افریقہ ص ۱۱۶)

تو پتہ چلا کہ اصل میں تم لوگ شفاعت ہی کے منکر ہو۔

مختارِ کل کے متعلق بریلوی عقائد

(۱) سرکار ابد قرار ﷺ بحکم پروردگار کونین کے مالک و مختار ہیں زمان کے مالک آسمان کے مالک اپنے رب کی عطا سے جہنم کے مالک جہاں کے مالک رب کے احکام کے مالک انعام کے مالک۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنادیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

جس کو چاہیں اپنے رب کی عطا سے عطا فرماویں جس کو چاہیں محروم کر دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال فرما دیں اور جو چاہیں حرام۔

(سلطنت مصطفیٰ ص ۱۸)

(۲) حضور علیہ السلام حرام وحلال کے مالک ومختار ہیں۔

(ایضاًص ۲۲)

(۳) حضور علیہ السلام جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں۔اور جس کے لیے چاہیں قرآنی احکام کو بدل دیں۔(ایضاًص)

(۴) جس کو چاہیں قرآنی احکام سے علیحدہ کر دیں۔(ایضاً)

(۵)

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمدؐ
محمدؐ جو پکڑے نہیں چھوٹ سکتا

(ایضاً)

(۶) میرے ایک وعظ میں ایک نفیس نکتہ مجھ پر القاء ہوا تھا۔اسے یاد رکھو۔کہ جملہ فضائل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے معیار کامل ہیں وہ یہ کہ کسی منعم کا کسی دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چار ہی طور پر ہوتا ہے یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں یا دے سکتا ہے مگر بخل مانع ہے یا جسے نہ دی وہ اس کا اہل نہیں تھا۔یا وہ اہل بھی ہے۔مگر اس سے زائد اسے کوئی محبوب ہے اس کے لیے بچا رکھی ہے۔الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں باقی تمام کمالات تحت قدرت الٰہی ہیں۔اور اللہ تعالیٰ اکرام الاکرمین ہر جواد سے بڑھکر جواد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فضل وکمال کے اہل حضور سے زائد اللہ عزوجل کو کوئی محبوب نہیں لازم ہے کہ الوہیت کے نیچے جس قدر کمالات جتنی نعمتیں جس قدر برکات ہیں مولی عزوجل نے سب اعلیٰ وجہ کمال پر حضور کو عطا فرمائیں اگر الوہیت عطا فرمانا بھی زیر قدرت ہوتا ضرور یہ بھی عطا فرماتا۔

(ملفوظات حصہ دوم ص ۱۱۷)

(۷) حضور جب کوئی بات چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اس کے خلاف نہیں ہوتا۔ان کے چاہے کا جہاں میں کوئی پھیرنے والا نہیں۔(شرح استمداد)

(۸) سلطان کی خلافت ونیابت دو جزو پر موقوف ہے سلطان کا سا علم اور سلطان کی سی قدرت اسے عطا ہو ورنہ وہ سلطان کا کام نہیں سنبھال سکتا۔

(تفسیر نعیمی جلد ۱)

(۹) اب تو آپ علیہ السلام کے علم کی کوئی انتہاء نہ رہی۔(ایضاً)
یعنی سلطان کا سا علم ہونے کی وجہ سے علم کی کوئی انتہاء نہ رہی تو سلطان کی سی قدرت ہونے سے قدرت کی بھی انتہاء نہ ہوگی ورنہ سلطان کا کام نہیں سنبھال سکے گا۔
(۱۰) حضور علیہ السلام تمام صفات الٰہیہ سے موصوف ہیں حضور علیہ السلام رحمٰن ہیں۔
(نعیمی)

(۱۱)

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

(حدائق بخشش)

پھر آپ علیہ السلام جو مختار کل ہیں اس کی کوئی حد نہیں ہے۔جو محدود اشیاء تک مختار مانے گا وہ آپ علیہ السلام کو عیب لگائے گا۔
احمد رضا کہتا ہے کہ

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ کہ کیا کیا کہوں تجھے

(حدائق بخشش)

مولوی اشرف سیالوی لکھتا ہے کہ:
”آپ علیہ السلام متصف بصفات اللہ اور متخلق باخلاق اللہ ہیں اور فانی فی اللہ ہونے کی وجہ سے ذات وصفات باری تعالیٰ سے ہی ان کی بقاء ہے۔اور چونکہ صفات واخلاق خداوندی حدود و قیود سے تناہی وتحدید سے ماوراء ہیں لہٰذا سید الرسل امام الانبیاء خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین ﷺ کے اخلاق عالیہ اور صفات جمالیہ بھی نقص تناہی سے اور عیب تحدید سے منزہ ہیں“
(کوثر الخیرات ص ۱۸۵)

نوٹ:

یہاں پر آپ علیہ السلام کی صفات کو حقیقتاً غیر متناہی کہا جا رہا ہے نہ کہ مبالغۃً اور اس بات پر سیالوی صاحب کی عبارت ”چونکہ صفات واخلاق خداوندی الخ“ صاف دلالت کر رہی ہے۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ پر لکھتے ہیں کہ:

’’مختصر یہ کہ کوئی خوبی و کمال نہیں جو تمہیں عطا نہ کیا ہو اور کوئی ایسا کمال نہیں جو نہایت سے منزہ و مبرا نہ ہو۔(ایضاً ۳۰۹)

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

’’صرف میں نے ہی نہیں آپ کو لا محدود و غیر معدود اور بے نہایت و غایت عطاوں سے سرفراز فرمایا۔‘‘(ایضاً)

(۱۲) حضور علیہ السلام خالق مخلوق ہیں۔ (معلم التقریر)

خلاصہ یہ ہے کہ بریلوی حضرات کے نزدیک حضور علیہ السلام سب کچھ کر سکتے ہیں اختیارات کی کوئی حد نہیں۔ جو چاہیں ان کے چاہے کو کوئی پھیرنے والا نہیں۔ چاہیں تو قرآنی احکام بدل دیں جس کو چاہیں قرآنی احکام سے جدا کر دیں۔ آپ علیہ السلام کے علاوہ کوئی دینے کے لائق ہی نہیں۔ جیسا کہ احمد رضا نے لکھا ہے کہ دینے کو منہ چاہئے، جس کے لئے چاہیں توبہ کا دروازہ دنیا میں ہی بند کر دیں۔

اوراس کے ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام کی ہر صفت غیر محدود غیر متناہی حدونہایت وتحدید کے عیب سے پاک ہے منزہ ہے، جو محدود مانے گا وہ عیب لگائے گا اور آپ علیہ السلام کو عیب لگانے والا کافر ہوتا ہے۔ لہٰذا بریلوی عقیدہ ہے کہ جو شخص آپ علیہ السلام کی کسی صفت کو خواہ وہ علم غیب حاضر ناظر یا مختار کل ہو محدود و متناہی مانے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

جبکہ آپ علیہ السلام کی صفات کو غیر محدود غیر متناہی ماننے والے کو خود بریلوی علماء نے ہی قطعی مشرک قرار دیا ہے ایسا مشرک جو اس کو مشرک نہ سمجھے وہ خود مشرک ہے۔ (حق کی تلاش) اس کا مصنف نجم مصطفائی ہے اور سات بریلوی علماء نے تقریظ لکھی ہے۔

باب اوّل

اس باب میں سیالوی نے اپنے باطل عقیدے ''مختارِ کل'' پر
قرآن کریم کی جن آیات سے غلط استدلال کیا اس کا جائزہ لیا جائے گا!

سیالوی کا پہلا ڈھکوسلا اور اس کا جواب:

سیالوی صاحب نے سب سے پہلے اپنے عقیدے کے اوپر قرآن پاک کی آیت پیش کی جس کی تفسیر شاہ عبدالعزیز صاحب سے پیش کی چنانچہ سیالوی صاحب رقمطراز ہیں:

''خاتم المحدثین امام المفسرین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں طریق دادن خلافت آں خلیفہ کہ روح او را صفات خود عطا فرمودند از علم وحکمت کہ عبادت از دریافت کلیات وقواعد واراد واختیار۔''

ترجمہ: اس خلیفہ کو خلافت دینے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اس کی روح کو اپنی صفات کا نمونہ عطا فرما دیا جائے گا اور اس کو ایسا ارادہ واختیار عطا فرمایا جائے گا جس کی وجہ سے تمام کائنات کے امور کی تدبیر کے قابل ہو جائے گا جس کی وجہ سے وہ تمام قواعد وکلیات کو جان لے گا اس کی متصل ہی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے اندر ایک ایسی روح پھونک دی جائے گی کہ اس روح کی وجہ سے آسمان میں رہنے والوں پر اور ستاروں کے موکلان پر حکمرانی کرے گا اور ان کو اپنے کام میں مصروف ومشغول کرے گا۔

(تفسیر عزیزی جلد نمبر ۲ ص ۵۵)

تو شاہ صاحب کی عبارت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین اور آسمان میں متصرف تھے۔

(بلفظہٖ آفتاب ہدایت ص ۱۳)

اور پھر آگے حضرت آدم علیہ السلام پر قیاس کرتے ہوئے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی زمین وآسمان میں متصرف قرار دیا ہے۔ (ملخصاً آفتاب ہدایت ص ۱۳)

اس طرح آگے لکھتا ہے: شاہ ولی اللہؒ۔۔۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر رضا خانی فتوے:

سیالوی صاحب کلمہ پڑھیں آپ تو گئے، کیونکہ آپ نے شاہ ولی اللہؒ وشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

صاحبان کو رحمۃ اللہ اور علیہ الرحمۃ لکھا ہے۔ حالانکہ یہ صاحبان بریلوی علماء کے نزدیک کافر ہیں، کافر کو رحمۃ اللہ علیہ کہنا تمہارے نزدیک کفر ہے۔ لہٰذا جناب دائرہ اسلام سے خارج...... مولوی عمر اچھروی بریلوی جنید زمان مناظر اعظم اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

(۱) شاہ صاحب نے انبیاء اولیاء کی توہین کی۔

(۲) شاہ صاحب وہابی ہو گئے۔

(۳) تمام علماء اسلام نے ان پر متفقہ طور پر فتویٰ کفر صادر کیا۔

(۴) انبیاء واولیاء کی توہین میں کتابیں شائع کیں۔

(۵) اپنے نئے مذہب وہابیت کے واسطے مذہب کا نام محمدی رکھا۔

(۶) مسلمان شاہ صاحب کے کلمات کو انبیاء اللہ اور اولیاء کرام کے برخلاف برداشت نہ کر سکے۔

(مقاس حنفیت ص ۵۶۳)

شاہ عبدالعزیز صاحب و رفیع الدین صاحب پر شاہ ولی اللہ صاحب کا معمولی سارنگ چڑھا۔

(ایضاً)

غلام مہر علی بریلوی لکھتا ہے کہ:

''سارے فساد کی جڑ مولوی شیخ احمد المعروف شاہ ولی اللہ دہلوی اور وہی سارنگی بجانے والے اس کے بیٹے رفیع الدین و عبدالقادر ہیں وہی مولوی احمد الضدان یجتمعان کا حیرت انگیز ہیولیٰ تھے۔ اول سنّی پھر......'' (معرکۃ الذہب)

آگے لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کا فارسی و اردو میں غلط ترجمہ کرنے والوں میں اس سارے فساد کی جڑ مولوی شیخ احمد الملقب بہ شاہ ولی اللہ''۔ (ایضاً)

آگے لکھا ہے کہ:

''خواجہ اللہ بخش تونسوی فرمایا کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہ نے ہگا شاہ عبدالعزیز نے اس پر مٹی ڈالی مگر اسماعیل نے اسے ننگا کر کے سارے ملک کو متعفن کر دیا''۔

(معرکۃ الذنب)

مفتی اقتدار احمد نعیمی لکھتا ہے کہ:

''لایعنی لغو اور کذب باتوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور خواجہ حسن نظامی دہلوی کو معاشرہ علمیہ میں مشکوک بنادیا کہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ لوگ سنی ہیں یا شیعہ یا وہابی ان لوگوں نے اپنی کتب میں کوئی بات شیعہ نوازی میں کہہ کر شیعہ فرقہ کو خوش کر دیا کوئی بات وہابیوں کی تائید میں کردی اس کج روی کی بنا پر مشکوک لوگ اہلسنت کے لئے قابل سند نہیں رہے''۔

(تنقیدات علیٰ مطبوعات ص ۱۴۸)

بریلوی جید عالم محمود احمد قادری لکھتے ہیں کہ:

''جس طرح مرزا قادیانی دجال کو اس کی درثمین نہیں بچاسکتی اسی طرح شاہ ولی اللہ کو بھی اس کی درثمین نہیں بچاسکتی''۔

(ریحان المقربین)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''شاہ ولی اللہ کی وہابیت کی وضاحت تو ہم پیر طریقت مناظر اعظم حضرت مولانا محمد عمر صاحب کی کتاب مقیاس حنفیت سے کرچکے ہیں اب شاہ ولی اللہ کی شیعیت کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں''۔

(ریحان المقربین)

اور وہابی بریلویوں کی زبان میں گستاخ رسول کو کہتے ہیں جیسا کہ رضا خانی فقیہ ملت مولوی جلال الدین امجدی نے لکھا ہے۔ دیکھئے (فتاویٰ فیض الرسول ج ۳ ص ۲۶۱)

مفتی اقتدار احمد نعیمی لکھتا ہے کہ:

''اہل علم حضرات فرماتے ہیں چار حضرات کی باتیں قابل تحقیق ہیں۔ اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) شاہ ولی اللہ (۲) شاہ عبدالعزیز''۔

(تنقیدات علی مطبوعات ص ۷۲)

آگے لکھتے ہیں:

''رہا شاہ عبدالعزیز کا جواز لکھ دینا تو قرآن وحدیث فقہاء وعظام کے مقابل ان چاروں

کی حیثیت ہی کیا ہے ان کا تو اپنا کوئی نظریہ نہیں“۔

(ایضاً ص ۱۸۰)

اور ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

”عبدالعزیز خود مشکوک شخصیت ہیں“۔

(تنقیدات علی مطبوعات ص ۱۸۰)

جی جناب سیالوی صاحب آپ نے ایک ایسے شخص کو ”جس نے انبیاء اور اولیاء کی توہین کی“ کو مسلمان مان کر علیہ الرحمۃ کہا حالانکہ ایسا شخص جو انبیاء اور اولیاء کی توہین کرنے والے شخص کو مسلمان کہے وہ تمہارے نزدیک کافر ہے لہٰذا تم اس وجہ سے فارغ ہوئے۔

(۲) آپ نے ایک ایسے شخص کو جس نے انبیاء و اولیاء کی توہین میں کتابیں شائع کیں جس کی وجہ سے اس پر تمام علماء اسلام نے متفقہ طور پر فتویٰ کفر دیا۔ آپ نے ایسے شخص کو مسلمان مانا حالانکہ بریلویوں کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے۔ لہٰذا آپ اس وجہ سے بھی فارغ ہوئے۔

(۳) آپ نے ایک ایسے شخص کو جس نے اپنا سنی مذہب تبدیل کر کے وہابی مذہب اختیار کیا اور وہابی تمہارے نزدیک گستاخ رسول کو کہا جاتا ہے۔ آپ نے ایسے شخص کو مسلمان مانا۔ حالانکہ ایسا شخص تمہارے نزدیک کافر ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے بھی فارغ ہوئے۔

(۴) آپ نے ایک ایسے شخص کو جس نے انبیاء اولیاء کی توہین کرنے والے کو ان کی توہین میں کتابیں شائع کرنے والے کو جس پر تمام علماء اسلام نے متفقہ طور پر فتویٰ کفر صادر کیا ایسے شخص کو مسلمان کہنے والے (شاہ عبدالعزیز) کو مسلمان مان کر خاتم المحدثین امام المفسرین رحمۃ اللہ علیہ کہا حالانکہ ایسا شخص تمہارے اصولوں کی بنیاد پر کافر تھا لہٰذا آپ اس کو مسلمان کہنے کی وجہ سے آنجہانی ہوئے۔

جناب کی جان پھر بھی نہیں چھوٹی۔ کیونکہ اس رضا خانی نے خود لکھا ہے کہ:

”کافر کو کافر کہنا اور جاننا ضروریات دین سے ہے“۔

(البریلویہ کا علمی محاسبہ، ص ۲۳۶)

اسی طرح ایک اور جگہ پر اعلیٰ حضرت پر ایک اعتراض ہوا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے لکھا کہ:

”کسی مسلمان کو کافر کہا اور وہ کافر نہ ہو تو کفر کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے اور کہنے والا خود کافر ہو جاتا

ہے۔اس کا جواب دیتے ہوئے اس رضاخانی نے کہا کہ یہ تو نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے"۔
(البریلویہ کا علمی محاسبہ،ص ۸۳۳)

اس سے معلوم ہوا کہ دو اصول رضاخانیوں کے ہاں مسلم ہیں:
(۱) کافر کو کافر نہ کہنے والا کافر ہے۔(۲) کسی مسلمان کو کافر کہنے والا بھی کافر ہے۔
اب ہم اس لہابی مولوی سے پوچھتے ہیں کہ شاہ صاحب دو حال سے خالی نہیں یا تو کافر تھے یا مسلمان۔اگر کافر تھے تو پھر آپ انہیں مسلمان کہہ کر کیا ہوئے اپنے اصول سے؟اور اگر مسلمان تھے تو مولوی عمر اچھروی انہیں کافر کہہ کر کافر ہوا اور آپ اسی کافر مولوی عمر کو مسلمان کہہ کر کیا ہوئے؟
لہٰذا فرار ہونے کی جو بھی صورت نکالو رضاخانی اپنے اصولوں کی رو سے کفر کے فتوے سے نہیں بچ سکتے۔

شاہ ولی اللہ پر بریلویوں کے مزید فتوے:

(۱) شاہ صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ علیم وخبیر نہیں معاذ اللہ ایک رضاخانی کئی تراجم پر اعتراض کرتے ہوئے جس میں شاہ ولی اللہ صاحب،شاہ عبدالقادر صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب کا بھی ترجمہ ہے۔آیت:

﴿ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ﴾

ترجمہ: وہنوز تمیز ناساختہ است خدا آں را کہ جہاد کردہ اند از شما۔

درج ذیل فتویٰ لگاتے ہیں:

"وہ مومنین میں سے کون لوگ جذبہ جہاد سے سرشار ہیں؟"

اللہ کو اس کا علم نہیں ابھی اس نے جانا ہی نہیں گویا شان رسالت کی تنقیص سے فارغ ہوئے تو شان الوہیت پر حرف گیری شروع کردی۔

(اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن اور دیگر اردو تراجم قرآن کا تقابلی جائزہ)

ایک اور رضاخانی نے ایسا ترجمہ کرنے کو جیسا کہ مذکورہ تینوں حضرات نے کیا ہے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی شمار کیا ہے۔دیکھئے(فیصلہ کیجئے)

اوراسی جیسا ترجمہ کرنے پر رضاخانیوں نے یہ فتوے بھی لگائے ہیں:

معتزلی، گمراہ، یہودیوں اور اسلام دشمن لوگوں کے ہاتھوں میں اسلحہ دینے والے ہیں۔ یہ اور ان کے مریدین روز قیامت خدا اور اس کے رسول کی گرفت کے لیے تیار ہو جائیں۔ بے ادب اور شان الوہیت کی تنقیص کرنے والے ہیں۔ نصرت ایمان سے محروم، تائید ربانی سے محروم مسلمانوں کے ایمان کو تباہ کرنے والے علم ازلی کے منکر ہیں اپنے کفریات کو ترجمہ کے پردے میں چھپانے والے ہیں دیکھئے۔

(سیدنا اعلیٰ حضرت وغلط تراجم کی نشاندہی انوار رضا، آواز اہلسنت، جنوری ۲۰۱۰، براہین صادق نجوم شہابیہ بحوالہ ہدیہ بریلویت)

(۲) شاہ ولی اللہ صاحب کا اللہ تعالیٰ کی گستاخی کرنا۔

شاہ صاحب نے آیت کریمہ ﴿ویمکرون ویمکر الله﴾......الخ کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

وایشاں بدسگالی می کردند وخدا بدسگالی می کرد۔ (یعنی بالیشان) وخدا بہترین بدسگالی کنندگان است۔

اس طرح ترجمہ کرنے کو رضاخانیوں نے اللہ کی گستاخی قرار دیا ہے۔ دیکھئے: (اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن (کنزالایمان) اور دیگر اردو تراجم کا تقابلی جائزہ)

(۳) شاہ صاحب کے نزدیک معاذ اللہ حضور ﷺ گناہ گار ہیں، شاہ صاحب نے جو ترجمہ ﴿لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر﴾ کا کیا ہے اس پر فتویٰ لگاتے ہوئے ایک رضاخانی لکھتا ہے۔ کہ تمام تراجم (جن میں شاہ صاحب کا بھی ترجمہ ہے) سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی معصوم ماضی میں بھی گنہگار تھا مستقبل میں بھی گناہ کرے گا۔ (اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن اور دیگر اردو تراجم کا تقابلی جائزہ)

(۴) آپ لوگوں نے کہا کہ شاہ صاحب کے نزدیک حضور علیہ السلام معصوم نہیں کیونکہ شاہ صاحب نے ﴿ووجدك ضالاً﴾ میں ضالاً کا ترجمہ راہ گم کردہ کیا ہے تو اس ترجمہ پر رضاخانی ملّاں اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

”چنانچہ بعض اہل قلم نے مخاطب پر نوک قلم کے بجائے خنجر پیوست کردیا یہ نہ دیکھا کہ

ترجمہ میں کس کو راہ گم کردہ، بھٹکتا، بے خبر راہ بھولا کہا جا رہا ہے رسول کریم ﷺ کی عصمت باقی رہتی ہے یا نہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کی"۔

(اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن)

اس کے علاوہ بھی شاہ صاحب اور شاہ رفیع الدین کے ترجمہ پر کئی جگہ تنقید کی گئی ہے۔ کسی جگہ پر گستاخی رسالت کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ اور کسی جگہ گستاخی الوہیت کا کسی جگہ کچھ۔ دیکھئے:

(اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن اور دیگر اردو تراجم کا تقابلی جائزہ)

الغرض رضاخانیوں کے نزدیک شاہ صاحب اللہ تعالیٰ کے بھی گستاخ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بھی گستاخ ہیں۔ العیاذ باللہ

اور ایسے شخص کے بارے میں بریلویوں کا فتویٰ ہے کہ کافر ہے ایسا کافر جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

لہٰذا غلام نصیر الدین ایسے شخص کو مسلمان مان کر بریلوی اصولوں سے وہی کچھ ٹھہرا۔

(۲) ملفوظات میں لکھا ہے کہ شاہ صاحب نے معجزہ شق القمر کا انکار کیا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ کی رضاخانی عقیدہ کے رد میں واضح عبارت:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ کی عبارت کا اصل مطلب:

غلام نصیر الدین نے شاہ صاحب کی ایک ایسی عبارت پیش کی ہے جس سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن اپنے حواریوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا کیا ہے۔ پہلے ہم شاہ صاحب کی واضح عبارت پیش کرتے ہیں اپنی تائید میں اور پھر شاہ صاحب کی عبارت کا مطلب بھی بیان کریں گے کہ ان کی عبارت کا کیا مطلب تھا اور سیالوی نے کیسی تحریف کی ہے۔

(۱) شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک مختار کل کا عقیدہ کفریہ شرکیہ اور باطل عقیدہ ہے۔

چنانچہ شاہ صاحب ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کے لیے لوازم الوہیت ثابت کرنا مثلاً علم غیب اور ہر ایک کی اور ہر جگہ فریاد سننا اور تمام مقدورات پر قدرت ثابت کرنا (باطل عقائد میں سے ہیں)"۔

(تفسیر عزیزی پارہ اول ص ۵۳)

تمام مقدورات پر قدرت ثابت کرنا اس کا دوسرا نام مختار کل ہے تو جس عقیدہ کو شاہ صاحب باطل قرار دیں۔اس کو وہ قرآن سے کیسے ثابت کر سکتے ہیں اب ہم بھی جناب سے انہی کی زبان میں یہ کہتے ہیں کہ:

”سیالوی صاحب سے گزارش ہے کہ بزرگان دین کی عبارات کے ایسے مطالب نہ بیان کریں جس کی وجہ سے یہ شبہ پیدا ہو کہ ان کی عبارات باہم متضاد ہیں۔اس طرح عوام الناس کے ذہنوں میں ان کی قدر و منزلت کم ہو جانے کا اندیشہ ہے اور قاصر الفہم لوگ زبان درازی پر اتر آئیں گے (جیسا کہ بریلی ملاں اتر آئے ہیں از ناقل) اور کہیں گے کہ یہ لوگ بھی عجیب تھے کبھی کچھ کہہ دیتے تھے کبھی کچھ کہہ دیتے تھے“۔

(آفتاب ہدایت ص ۲۳۵)

اگر شاہ صاحب کی اس عبارت کا حوالہ جو سیالوی صاحب نے پیش کیا ہے وہ مطلب لیا جائے جو سیالوی صاحب باور کرانا چاہتے ہیں۔تو پھر شاہ صاحب کی اس عبارت کا کیا بنے گا کیونکہ شاہ صاحب نے یہاں صاف طور پر مختار کل کے عقیدہ کو باطل قرار دیا ہے۔

تو سیالوی صاحب کو چاہئے کہ شاہ صاحب کی تمام عبارات کو غور سے پڑھیں اور اپنے اس نظریہ پر نظر ثانی کریں کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے مختار کل کا عقیدہ نہ رکھنے والا بغض رسالت میں اندھا ہو چکا ہے۔

(آفتاب ہدایت)

باقی جناب نے جو اس عبارت کا جواب ذاتی عطائی کا چکر چلا کر دینے کی جو کوشش کی ہے وہ بے سود ہے، کیونکہ ان کی عبارت کا وہی مطلب ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔باقی یہاں پر ذاتی ہونے کی جو دلیل جناب نے پیش کی ہے۔اس کا علمِ غیب اور مختارِ کل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، وہ تو عرض اعمال کا مسئلہ ہے اور ہم اس کے قائل ہیں لہٰذا نہ وہ ہمارے خلاف ہے اور نہ یہ، بلکہ اگر آپ تھوڑا سا عقل سے کام لیں تو دونوں عبارات تمہارے ہی خلاف ہیں فافھم و تدبر ولا تکن من المشرکین۔

(۲) شاہ صاحب کی ایک اور عبارت: تحریر فرماتے ہیں کہ:

''سب سے پہلے جس مبارک ذات پر قرآن کریم نازل ہوا تھا یعنی آنحضرت ﷺ کی مقدس ہستی وہ دیگر اقوام کے معانی اور لغات بلکہ ہر فرقہ کے مخارج حروف اور لہجہ کلام کو ہرگز نہ جانتی تھی''۔

(فتاویٰ عزیزی ج ا ص ۳۲)

شاہ صاحب کی اس عبارت سے بھی بریلوی خانہ ساز اختراعی عقائد علم غیب حاضر و ناظر مختار کل تینوں کی نفی ہو رہی ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب اس بات کی نفی کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ دیگر اقوام کے معانی اور لغات بلکہ ہر فرقہ کے مخارج حروف اور لہجہ کلام پر اختیار تھا وہ اس بات پر قادر تھے۔

(۳) شاہ صاحب ایک اور جگہ شیعہ کے تفویض احکام والے عقیدہ کو رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''صحیح مذہب یہ ہے کہ تشریع پیغمبر ﷺ کے سپرد نہیں ہوتی کہ خود شرائع بنائیں کیونکہ منصب پیغمبری منصب رسالت اور ایلچی گری ہے نہ کہ نیابت۔ اور نہ شرک کارخانہ خدائی میں، خدا تعالیٰ جو کچھ حرام و حلال فرماتا ہے پیغمبر اس کو پہنچاتا ہے۔ اپنی طرف سے کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اور اگر امر دین پیغمبر کے سپرد ہوتا تو ان عتاب کیوں ہوتا حالانکہ بہت سے موقعوں پر مثلاً فدیہ بدر اور تحریم ماریہ قبطیہ اور اذن دینے منافقین کو تخلف غزوہ تبوک پر اور ان کے علاوہ دیگر موقعوں پر عتاب شدید واقع ہوا اور بعض جگہوں میں آنحضرت ﷺ نے کسی حکم کے اثنائے بیان میں بتقریب سوال کسی سائل یا وقوع واقعہ کی فی الفور بے انتظار وحی استثناء یا تخصیص فرمائی ہے جیسے الا الا ذخر یہ مثال استثناء کی ہے اور جیسے تجزی عنك ولا تجزی عن احد بعدك یہ مثال تخصیص کی ہے (کفایت کرتا ہے تجھے اور بعد تیرے کسی کو کفایت نہیں کرتا ہے) یعنی کم ایک برس کی قربانی میں اور یہ حدیث لوقلت نعم لوجبت (اگر میں نعم کہتا تو واجب ہو جاتی) اور قائلین تفویض ان سے دستاویز ڈھونڈھیں تو یہ حقیقت میں باب تفویض سے نہیں ہے بلکہ قبیل اجتہاد سے ہے کہ درج فی العموم یا قیاس خفی کے طور پر استنباط اس حکم کا فرماتے تھے اور تشفی سائل کی کرتے تھے''۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۳۸)

شاہ صاحب کی مذکورہ بالا عبارت ہمارے مدعا پر صراحتاً دلالت کر رہی ہے اور بریلوی عقیدہ تفویض احکام اور مختار کل میں اس کا ایک ایک لفظ دراڑ ڈال رہا ہے۔

ہر شخص جو کہ عقل سلیم رکھتا ہو شاہ صاحب کی عبارت سے شاہ صاحب کا اپنا مسلک جو کہ مسلک حق ہے پہچان کر اپنا قبلہ درست کرسکتا ہے۔

(۴) شاہ صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اور ظاہر ہے کہ امام بلکہ نبی شارع نہیں ہے شارع درحقیقت حق تعالیٰ ہے''۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۴۳)

یہ عبارت بھی ہمارے مدعا کے اثبات میں بریلوی رد میں واضح ہے۔

(۵) شاہ صاحب ایک جگہ شیعہ فرقہ کا باطل عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''بارہواں فرقہ غلاۃ سے تفویضیہ ہے جو کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بعد پیدائش دنیا کے، دنیا کے معاملات پیغمبر کے سپرد فرمائے اور جو کچھ دنیا میں ہے ان کے واسطے مباح فرمایا۔ اور ایک گروہ ان میں سے قائل اس بات کا ہوا کہ مرتضی کے سپرد فرمائے۔ بعض دونوں کے تفویض کے قائل ہوئے''۔ (جیسا کہ رضاخانی ہیں از ناقل)۔

(تحفہ اثنا عشریہ)

(۶) اسی طرح شاہ صاحب ایک اور جگہ شیعہ کی نصاریٰ کے ساتھ مشابہت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''ائمہ کو معصوم سمجھتے ہیں اور علم غیب کا ان کے واسطے ثابت کرتے ہیں اور ان کی موت ان کے اختیار میں ٹھہراتے ہیں اور حضرت امیر کو جنت و دوزخ کا مختار اور بانٹنے والا بناتے ہیں''۔

آگے لکھتے ہیں:

''یہ سب نصاریٰ سے لیا ہے''۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۷۹۲)

غلام نصیر الدین سیالوی صاحب اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ علم غیب حاضر ناظر اور مختار کل میں شیعہ بریلوی متفق ہیں۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ)

پتہ چل گیا شاہ صاحب کی عبارت میں علم غیب کے رد سے ذاتی لینا خود ان کے بھی خلاف ہے۔

(۷) شاہ صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اور امر تحلیل وتحریم یعنی حلال وحرام ٹھہرانے کا کہ خاصہ نبوت بلکہ بالا تر نبوت ہے اس کی

سپردگی بھی واسطے ائمہ کے سپرد کرتے ہیں"۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۳۷)

آگے ایک شیعی روایت بیان کی ہے جس کے آخر میں ہے:

"اور مخلوق کے کام ان کے (حضرت محمد ﷺ حضرت علی حضرت فاطمہ اور حسنین (رضی اللہ عنہم) کے سپرد کیے۔ جو چاہیں ان پر حلال کریں جو چاہیں ان پر حرام کریں۔"

چند سطور بعد لکھتے ہیں:

"اور حالانکہ اول تو پیغمبر ﷺ کو دین تفویض کر دینے میں کلام ہے"۔

اور پھر آخر میں لکھا ہے کہ

"اگر ہم مان لیں کہ پیغمبر ﷺ کو تفویض امور دین کا واقع ہوا تھا جیسا کہ مذہب مرجوح ہے"۔

(تحفہ اثناء عشریہ)

جی سیالوی صاحب! جب شاہ صاحب آپ علیہ السلام کو صرف ایک چیز (احکام) میں مختار کل ماننے کو تیار نہیں ہیں اور اس کو کارخانہ خدائی میں شرکت قرار دیں تو وہ پوری خدائی میں مختار کل کیسے مان سکتے ہیں۔ جس کو وہ صراحۃ باطل کفریہ و شرکیہ عقائد میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے ایک چیز کو شاہ صاحب کئی جگہوں پر رد کریں اور پھر اسی چیز کا قرآن پاک کی تفسیر سے اثبات کریں۔

سیالوی صاحب ذرا عقل سے کام لیں۔ بزرگوں کی عبارات کا غلط مطلب بیان کر کے کیوں اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں؟۔

شاہ صاحب ایک بت پرست کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

(۱) "اول یہ کہ مدد چاہنا دوسری چیز ہے اور پرستش دوسری چیز ہے عوام مسلمانوں میں یہ نقصان ہے کہ وہ لوگ خلاف شرع طور سے اہل قبور سے مدد چاہتے ہیں...... پرستش یہ ہے کہ کسی کو سجدہ کرے یا کسی چیز کی عبادت کی نیت سے اس چیز کا طواف کرے یا بطریق تقرب کے کسی کے نام کا وظیفہ کرے یا اپنے کو کسی کا بندہ (جیسا کہ آجکل رضا خانی عبد الرسول عبد النبی وغیرہ رکھتے ہیں از ناقل) کہے اور جو جاہل مسلمان اہل قبور میں سے ایسا کرے یعنی مثلاً اہل قبور کو سجدہ کرے تو وہ فی الفور کافر ہو جائے گا۔ اور اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

(۲) دوسرا یہ امر اس سوال میں قابل لحاظ ہے کہ مدد چاہنا دو طور پر ہوتا ہے ایک طور یہ کہ کوئی مخلوق دوسری مخلوق سے مدد چاہے جیسے امیر اور بادشاہ سے نوکر اور فقیر اپنی حاجتوں میں مدد چاہتے ہیں اور عوام الناس ایسا ہی اولیاء اللہ سے چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارا فلاں مطلب حاصل ہو جائے اس طور سے مدد چاہنا شرعاً زندہ اور مردہ سب سے جائزہ ہے۔ (اس کا دوسرا نام ماتحت الاسباب، کسب، غیر مستقل ہے)

(۳) تیسرا طور مدد چاہنے کا یہ ہے کہ جو چیزیں خاص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں مثلاً لڑکا دینا یا پانی برسانا یا بیماریوں کو دفع کرنا یا عمر زیادہ کرنا یا ایسی اور چیزیں جو خاص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں ایسی چیزوں کے لیے کسی مخلوق سے کوئی التجاء کرے اور اس شخص کی نیت یہ نہ ہو کہ وہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارا یہ مطلب حاصل ہو تو یہ حرام مطلق بلکہ کفر ہے اور اگر کوئی مسلمان اولیاء اللہ سے اس ناجائز طور سے مدد چاہے۔ یعنی ان کو قادر مطلق سمجھے، خواہ اولیاء اللہ زندہ ہوں یا وفات پائے ہوں تو وہ مسلمان اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

آگے لکھتے ہیں کہ:

”تیسری وجہ فرق کی یہ ہے کہ اہل قبور سے استمداد بطور دعا کے ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کریں تا کہ ہمارا مطلب حاصل ہو“۔

(فتاویٰ عزیزی)

شاہ صاحبؒ کی عبارات اور بریلوی عقیدہ میں تضاد:

سیالوی صاحب یہ جو آپ نے شاہ صاحب کی عبارت اپنے مدعا پر پیش کی ہے۔ اس میں اور آپ کے خانہ ساز اختراعی عقیدے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہم آپ ہی سے پوچھتے ہیں کہ کیا شاہ صاحب کی اس عبارت میں یہ بات ہے:

(۱) آپ علیہ السلام اور تمام انبیاء اور اولیاء اللہ مافوق الاسباب طریقے پر متصرف ہیں؟

(۲) کیا اس میں یہ بات ہے کہ آپ علیہ السلام کو احکام سپرد کر دیئے گئے تھے جس پر جو چاہتے حلال کرتے اور جس پر جو چاہتے حرام کرتے ہیں۔

(۳) کیا اس میں یہ بات ہے کہ آپ علیہ السلام جس پر چاہیں اس کی زندگی ہی میں توبہ کا دروازہ بند کر دیں؟ اور کیا اس میں ہے کہ آپ علیہ السلام جس کو پکڑ لیں اس کو کوئی بھی نہیں چھڑا سکتا؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی معاذ اللہ نہیں چھڑا سکتا۔

سیالوی صاحب اس عبارت سے تمہارا عقیدہ ثابت ہی نہیں ہوتا تو پھر تمہیں جرأت کیوں کر ہوگئی کہ شاہ صاحب کی یہ عبارت پیش کر دی۔

سیالوی صاحب ماتحت الاسباب طریقے پر معین متصرف ہونا مختار ہونا محل نزاع نہیں ہے جیسا کہ امام اہلسنت نے راہ ہدایت میں تصریح کر دی ہے اور یہی چیز شاہ صاحب کی عبارت سے ثابت ہے۔ تو سیالوی کو چاہئے تھا کہ ایسی عبارات پیش کرتا جن میں مافوق الاسباب طریقے پر متصرف و مدبر و مختار ہونا معلوم ہوتا لیکن پوری رضاخانیت سے یہ قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ ان شاء اللہ

مزید برآں کہ ہم سیالوی سے پوچھتے ہیں کہ:

''کیا شاہ صاحب کی عبارت سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے اولاد مانگو بارش مانگو، شفاء مانگو وغیرہ؟ تو پھر کیا شاہ صاحب نے العیاذ باللہ اپنے اوپر ہی کفر کا فتویٰ دے دیا؟ جیسا کہ شاہ صاحب کی عبارت پیش کر دی گئی ہے''۔

باقی ماتحت الاسباب اختیارات ہر آدمی کو دیئے ہیں اور یہی تو شاہ صاحب فرمانا چاہتے کہ خلیفہ کو ماتحت الاسباب اختیارات عطا ہوئے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی عبارت اور اس کا جواب:

سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اسی طرح دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن بھی اپنے حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا کیونکہ اس کمال علمی کے بغیر خلافت اور دنیا پر حکومت ممکن نہیں''۔

(آفتاب ہدایت ص ۱۴)

:

سیالوی صاحب نے جو حوالہ پیش کیا ہے اس میں تحریف کی ہے اگر صحیح بات پیش کرتے تو لوگوں کو آپ کے دجل وفریب کا علم ہو جاتا۔ کیونکہ اشیاء کے ناموں اور صفات سے آدمی عالم الغیب تو نہیں بن جاتا اور دوسری بات یہ ہے کہ جھگڑا تو اس میں ہے ہی نہیں بلکہ جھگڑا تو مافوق الاسباب طور پر مختارِ کل ہونے کا ہے، مدبر ہونے کا، متصرف ہونے کا ہے۔ اور جناب نے جو دلیل پیش کی ہے یہ اپنے ہی کسی آدمی سے پوچھ لیں کہ کیا اس عبارت میں مافوق الاسباب طریقے پر مختارِ کل مدبر متصرف ہونا پایا جا رہا ہے؟ آگے سے یہی جواب دیا جائے گا، سیالوی جی عقل سے کام لیں اگر آپ کے اندر کوئی عقل نام کی چیز ہے تو۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جو شخص جس وقت جو چاہے مانگے چاہے اولاد ہو چاہے بارش ہو یا شفا یا کوئی اور۔

کیا اس میں یہ بات ثابت ہو رہی ہے اگر نہیں ہو رہی اور ہر گز نہیں ہو رہی تو ہم سیالوی کو انہی کی زبان میں جیسا کہ انہوں نے امام اہلسنت کو کہا تھا یہ کہتے ہیں کہ:

”آئندہ ہمارے اکابر کی عبارات کو سمجھنے کی کوشش کیا کریں تا کہ اس طرح کی ذلت ورسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے“۔

(آفتاب ہدایت ص ۳۵۴)

سیالوی صاحب بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام حلال وحرام مالک ہیں۔

جبکہ تمہارا الحکیم الامت لکھتا ہے کہ:

”یا جاہل عالم کو رب نہ جانے کہ ان عالموں کو حرام حلال کا مالک سمجھے“۔

(نور العرفان)

تو معلوم ہوا کہ کسی کو حرام حلال کا مالک سمجھنا اس کو رب ماننا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ بریلوی آپ علیہ السلام کو رب مانتے ہیں۔ تو ہم بھی سیالوی کو انہی کی زبان میں یہ کہتے ہیں کہ:

”اپنے اکابر کی ان عبارات کو تسلیم فرمایا کریں جن سے شان رسالت وتوحید ظاہر ہوتی ہے صرف کفریہ وشرکیہ عبارات کو تسلیم کر کے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن نہ بنایا کریں۔

(آفتاب ہدایت ص ۱۴)

سورہ یوسف سے ایک دلیل:

سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ﴾

ترجمہ: اور یوں قدرت دی ہم نے یوسف کو زمین میں جگہ پکڑتا تھا اس میں جہان چاہتا تھا۔

(پ ۱۳ سورہ یوسف)

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یوسف علیہ السلام جہاں چاہتے اترتے اور جو چاہتے تصرف کرتے گویا ریان بن ولید برائے نام بادشاہ تھا۔ حقیقت میں یوسف علیہ السلام بادشاہی فرمارہے تھے۔"

(آفتاب ہدایت ص ۱۵)

 :

ہم نے شروع ہی میں کہہ دیا تھا کہ سیالوی صاحب کو محل نزاع معلوم نہیں ہے۔ اس لیے ایسی عبارات پیش کررہے ہیں جن میں جھگڑا ہی نہیں نہ ہی ان عبارات کا بریلوی خانہ ساز عقیدہ سے کوئی تعلق ہے۔ سیالوی صاحب ذرا آنکھیں کھول کر پڑھیں امام اہلسنت نے کیا فرمایا ہے:

"نزاع اور جھگڑا اس میں نہیں ہے کہ کیا کوئی بادشاہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ملک اور حکومت عطا فرمائی ہو (جو عادی اور ظاہری اسباب پر موقوف ہے) کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال و دولت سے کسی کو کچھ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور نزاع اس میں بھی نہیں کہ کیا عالم اسباب اور عادی اور ظاہری سبب کے تحت کسی کو مختار کل مالک ومتصرف مجاز کہنا درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بادشاہ یا مخلوق میں سے کسی کو جو کچھ دیا ہے اس میں اس کا اختیار اور تصرف چلتا ہے"۔

(راہ ہدایت ص ۱۱۹)

سیالوی صاحب حضرت یوسف علیہ السلام کی حکومت بھی عادی اور ظاہری اسباب پر موقوف تھی نہ کہ مافوق الاسباب۔

وراثتِ ارض سے دلیل:

سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ارشاد باری تعالیٰ ہے''

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ۔

ترجمہ: اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور نصیحت کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے۔

مولوی شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں (کامل وفادار اور بندوں سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابی اور اس زمین اور جنت کی زمین کا وارث بنایا چنانچہ فرمایا۔

أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (105) إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ (106)۔

(آفتاب ہدایت)

دلیل نمبر (۴):

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔(سورہ نور،۵۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک کام کئے کہ ضرور برضرور ان کو زمین میں اقتدار عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو اقتدار عطا فرمایا تھا۔

(آفتاب)

دلیل نمبر (۵):

سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ارشادِ ربانی ہے:

فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا۔ (سورہ النساء پارہ ۵، ۵۴)

ترجمہ: سو ہم نے تو دی ہے ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور علم اور ان کو دی ہے ہم نے بڑی سلطنت (ترجمہ محمود الحسن) دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں کتاب اور علم اور سلطنت عظیم عطا فرمائی۔ (آفتاب ہدایت)

سیالوی صاحب صرف اوراق سیاہ کر رہے ہیں اور بس۔ یہ جو آپ نے آیات پیش کی ہیں کیا ان میں یہ بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے اولیاء اللہ سے جو کچھ چاہو جب چاہو جن زبان میں چاہو مانگو اسی وقت دیں گے؟؟ ان کو دینے سے کوئی بھی منع کرنے والا نہیں؟ ان کے چاہے کو جہاں میں کوئی بھی پھیرنے والا نہیں؟ جس کو پکڑلیں کوئی بھی نہیں چھڑا سکتا؟ جس کو چاہیں حلال کر دیں؟ جس کو چاہیں حرام جو چاہیں کریں؟ ان کو کوئی روکنے والا نہیں؟ وہ مافوق الاسباب طریقے پر مختارِ کل ہیں؟

اگر ان آیات میں جتنی بھی آپ نے پیش کی ہیں پوری آفتاب ہدایت میں کیا کسی آیت کا یہ ترجمہ ہے؟ کن کن آیات سے رضا خانی عقیدہ ثابت ہوتا ہے؟ اور کس معتبر مفسر نے آپ علیہ السلام سے لیکر آج تک وہ تفسیر کی ہے جس سے رضا خانی عقیدہ ثابت ہو جس میں مفسرین وہ باتیں لائیں جن کا اوپر تم سے سوال کیا جا چکا ہے؟

دلیل نمبر (۶):

سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ" (سورۃ آل عمران پارہ ۳)

ترجمہ: تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جس کو چاہے۔ (ترجمہ محمود الحسن)

دلیل نمبر (۷):

سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

"إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا. (سورہ کہف پارہ ۱۶)

ترجمہ: ہم نے اس کو جمایا تھا ملک میں اور دیا تھا اس کو ہم نے ہر چیز کا سامان۔ (ترجمہ محمود الحسن)

تو جب اللہ تعالیٰ ایک مسلمان بادشاہ کو زمین میں اقتدار عطا فرما سکتا ہے نبی کریم ﷺ کو بھی کونین کی بادشاہی عطا فرما سکتا ہے۔

دلیل نمبر (۸):

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ (سورۃ الحج پارہ ۱۷)

ترجمہ: جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں پھر مارے گئے یا مر گئے اللہ ان کو دے گا روزی اچھی۔ (محمود الحسن)

چند سطور بعد لکھتے ہیں:

"ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا۔ (سورۃ النحل پارہ ۱۴)

ان دونوں آیتوں کے ملانے سے ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتیں عطا ہوتی ہیں اور وہ نعمتیں آگے تقسیم کرتے ہیں۔

جواب: (۸،۷،۶)

سیالوی صاحب عقل سے کام لیں۔ کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس سے آپ کا مدعا ثابت ہو۔ ان آیات اور تفسیر کا تو آپ کے مدعا سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ چہ جائیکہ اس سے آپ کا عقیدہ ثابت ہو۔ کیا اس میں یہ بات ہے کہ آپ علیہ السلام مافوق الاسباب طور پر مختار کل ہیں یا تفسیر میں یہ

بات ہے؟ اگر نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے تو پھر ہم آپ سے بھی وہی کہتے ہیں جو آپ نے امام اہلسنت ؒ کے متعلق کہا ہے:

"کہ آئندہ کا اس طرح کا حوالہ دینے سے توبہ کریں اور اپنی زبان کو لگام دیں اور شیخ الاسلام صاحب کی عبارات کو سمجھنے کی کوشش کیا کریں تاکہ اس طرح کی ذلت ورسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے"۔

(آفتاب ہدایت ص ۵۴)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ذوالقرنین کو حکومت عطا فرمائی تھی وہ بھی ماتحت الاسباب تھی۔ سیالوی صاحب اس آیت سے آپ علیہ السلام کا مختار کل ہونا کیسے ثابت ہوگیا۔ سیالوی صاحب کیا حضرت ذوالقرنین بھی مختار کل تھے۔ اگر مختار کل نہیں تھے۔ تو پھر یہ آیت پیش کر کے اپنے حواریوں کو دھوکہ کیوں دے رہے ہو؟

کیونکہ جب مقیس علیہ میں یہ صفت ثابت نہیں ہے تو پھر مقیس میں کیسے ثابت ہوگی؟

اسی طرح آٹھویں دلیل کی وجہ سے سیالوی صاحب کو ماننا پڑے گا کہ ہر مومن مختار کل ہے وگرنہ سیالوی صاحب دلیل محض دھوکہ دہی ہوگی۔ اور ہر مومن کو بریلوی مختار کل نہیں مانتے لہٰذا شق ثانی ہی متعین ہوگی۔

غنائم کی تقسیم اور مختارِ کل

دلیل نمبر (۹):

سیالوی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ۔ (سورۃ توبہ پارہ نمبر ۱۰، ۷۴)

ترجمہ: اور یہ سب کچھ اس کا بدلہ تھا کہ دولت مند کر دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔

(آفتاب ہدایت)

دلیل نمبر (۱۰):

(آیت کا ترجمہ) اور جب تو کہنے لگا اس شخص کو جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا۔
(آفتاب ہدایت)

جواب: (۹،۱۰)

سیالوی صاحب پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حقیقتاً اور آپ علیہ السلام نے غنیمت تقسیم کر کے ان کو دولت مند کر دیا۔

اور دوسری آیت کی تفسیر میں نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''آزاد فرما کر مراد اس سے حضرت زید بن حارثہ ہیں کہ حضور نے انہیں آزاد کیا اور ان کی پرورش فرمائی''۔

(خزائن العرفان)

ان دونوں آیتوں کا محل نزاع سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

زمین کے خزانوں کا مالک ہونا:

دلیل نمبر (۱۱):

دعا مانگی سلیمان علیہ السلام نے کہ اے میرے رب معاف کر مجھے الخ (سورۃ ص پارہ ۲۳)

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کسی کو بخشش دو یا نہ دو تم مختار ہو اور اس قدر بے حساب دیا اور حساب کتاب کا مواخذہ نہیں رکھا اور مہربانی کی۔

(تفسیر عثمانی ص ۷۸۲)

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

''یہ ہمارا عطیہ ہے خواہ کسی کو دو یا نہ دو، تم سے کوئی دارو گیر نہیں یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا اس میں کچھ حادث نہیں بنایا جیسا دوسرے ملوک خزائن ملکیہ کے مالک نہیں ہوتے ناظم

ہوتے ہیں بلکہ تم کو مالک ہی بنایا"۔(بیان القرآن جلد ۲ ص ۸۸۹)

(آفتابِ ہدایت)

 :

سیالوی صاحب اس آیت کو اپنے مدعا پر پیش کرنا محض دھوکہ دہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ماتحت الاسباب امور پر ملکیت عطا فرمائی تھی نہ کہ مافوق الاسباب امور پر۔ یہ الگ بات ہے کہ تم یا تو ماتحت الاسباب کو مافوق الاسباب سمجھ لیتے ہو یا جو چیز مافوق الاسباب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں کی ہوتی۔اس کو ماتحت الاسباب عطا سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہو۔لہٰذا چاہیئے کہ اپنے دماغ کا علاج کرائیں۔

ملکہ بلقیس کی بادشاہت سے استدلال:

دلیل نمبر (۱۲):

سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے ہدہد کی بات کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا۔

" إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۔(سورۃ النمل پارہ ۱۹، آیت ۲۳)

ترجمہ: میں نے پایا ایک عورت کو جو ان پر بادشاہی کرتی ہے اور اس کو ہر ایک چیز ملی ہے۔(ترجمہ محمود الحسن)

وجہ استدلال جو خدا بلقیس جیسی کافرہ کو اتنا ملک اور ساز وسامان عطا فرما سکتا ہے وہ اپنے محبوب علیہ السلام کو بھی دنیا وآخرت کی بادشاہی عطا فرما سکتا ہے نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملک سبا کی بادشاہی بلقیس کو عطا فرمائی تھی تو کیا اللہ تعالیٰ کا قبضہ اس ملک پر ختم ہو گیا تھا؟

 :

سیالوی صاحب یہ جو آپ نے پیش کی ہے اس سے تو لازم آتا ہے کہ بلقیس جس کو تم خود بھی

کافرہ لکھ رہے ہو وہ بھی مختارکل ہو۔ اور اس کو تصرف مافوق الاسباب حاصل ہو۔ ہر چیز اس کے اختیار میں دے دی گئی ہو۔ جس کو اولاد کی ضرورت ہو تو وہ بھی اس کے در پر جائے۔ رزق کی ضرورت ہو تب بھی اس سے مانگے بارش نہ آ رہی ہو اس سے کہے وہ بارش برسا دے گی جس کو جو چاہے دے جس کو نہ چاہے نہ دے۔ کیوں سیالوی صاحب یہ سب تم اس کے متعلق تسلیم کرتے ہو؟

اگر کرتے ہو تو پھر اپنا عقیدہ سب کے سامنے کھل کر بیان کرو کہ تمہارے نزدیک چاہے کافر ہو یا مسلمان ولی ہو یا نبی تمام کے تمام مختارکل ہیں اور آپ علیہ السلام کا نام محض رسوائی سے بچنے کے لیے لیتے ہو۔ اگر بلقیس مختارکل ہے اور مافوق الاسباب امور پر اختیار رکھتی ہے تو پھر تمہارا خود اپنے متعلق کیا نظریہ ہے؟ کیونکہ بریلویوں کے نزدیک تم اعلیٰ درجے کے مسلمان محقق مفتی ہو کیا تم بھی مختارکل ہو؟ اگر تم مختارکل ہو تو پھر ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کتنوں کو تم نے اولاد دی ہے کتنی دفعہ تم نے بارش برسائی ہے؟ اور اگر تم مختارکل نہیں ہو تو پھر تم بلقیس سے بھی بدتر ہو بریلوی اصولوں کے عین مطابق۔

اور اگر تم کہو کہ بلقیس کو یہ تصرفات حاصل نہیں تھے تو پھر سوال یہ ہے کہ تم نے اپنے مدعا کے اثبات کے لیے یہ آیت کیوں پیش کی؟۔ اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ محض اپنی عوام کالانعام بل ھم اضل کو دھوکہ دینے کے لیے ایسا کیا ہے جیسا کہ آنجناب کے ٹولے کا وطیرہ ہے۔

سیالوی صاحب یہ آیت پیش کرنے کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں یا تو بلقیس کو مختارکل ماننا پڑے گا وگرنہ محض دھوکہ دہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اپنے حال پر رحم کریں اور اپنی بھولی بھالی عوام پر بھی، جو چیز قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو بلکہ اس کے خلاف دلائل ہوں تو اس کو قطع و برید کر کے ثابت کرنے سے بچیں جیسا کہ احمد رضا کو اس کا چسکا تھا۔

کافروں کو ملک عطا ہونا:

دلیل نمبر (۱۳):

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ۔

(سورۃ بقرہ آیت ۲۵۸)

ترجمہ: کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اس وجہ سے کہ دی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو سلطنت۔

وجہ استدلال:

جب اللہ تعالیٰ نمرود جیسے کافر کو ملک عطا فرما سکتا ہے تو اپنے محبوب کریم علیہ السلام پر اس کا کتنا کرم ہوگا؟

دلیل نمبر (۱۴):

وَنَادَىٰ فِرۡعَوۡنُ فِي قَوۡمِهِۦ قَالَ يَٰقَوۡمِ أَلَيۡسَ لِي مُلۡكُ مِصۡرَ۔

(سورۃ الزخرف، آیت ۵۱)

ترجمہ: اور پکارا فرعون نے اپنی قوم کو اور کہا اے میری قوم کیا نہیں ہے میرے ہاتھ میں حکومت مصر کی۔

وجہ استدلال:

جو خدا فرعون جیسے کافر کو ملک اور سلطنت عطا فرما سکتا ہے وہ اپنے نبی علیہ السلام کو دونوں جہاں کی بادشاہی عطا فرما سکتا ہے۔

جواب: (دلیل نمبر ۱۳، ۱۴)

سیالوی صاحب ان دونوں دلیلوں کا بھی وہی جواب ہے جو کہ دلیل نمبر ۱۲ میں گزرا کہ:
یا فرعون و نمرود کو بھی مختارِ کل مانو ورنہ دھوکہ بازی ہے اور اپنی عوام کو گمراہ کرنے کا حیلہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوثر عطا ہوئی:

دلیل نمبر (۱۵):

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوۡ أَنَّهُمۡ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسۡبُنَا اللَّهُ سَيُؤۡتِينَا اللَّهُ

مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوۡنَ ۔ (آل عمران)

ترجمہ: اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اس پر جو دیا اس کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اور کہتے کافی ہے ہم کو اللہ دے گا اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔

دلیل نمبر (۱۶):

انا اعطینٰك الکوثر۔

ترجمہ: بے شک ہم نے دی تجھ کو کوثر۔

اس لفظ کے تحت ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسی اور معنوی نعمتیں داخل ہیں۔

جواب: (۱۴،۱۶)

سیالوی صاحب ان دونوں آیتوں کا بھی محل نزاع کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان آیات کی تفسیر میں کسی معتبر مفسر نے یہ بات لکھی ہے کہ آپ علیہ السلام مختار کل ہیں۔ اگر ہے تو پیش کرو۔

پہلی آیت میں دینے سے مراد مال غنیمت کا تقسیم کرنا مراد ہے نہ کہ تمہارا باطل عقیدہ اور دوسری آیت میں آپ علیہ السلام کو کوثر کا ملنا بتایا جارہا ہے نہ کا مافوق الاسباب تصرفات۔

سیالوی صاحب کی ایک دلیل:

تحریر فرماتے ہیں:

”نیز اس آیت سے نبی پاک ﷺ کا متصرف ہونا بطریق الویت کے ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ جب سلیمان علیہ السلام مفضول ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ کمالات عطا فرمائے ہیں تو نبی کریم علیہ السلام تو ان سے افضل ہیں تو ان کے لیے بدرجہ اولی یہ کمالات ثابت ہو جائیں گے“۔

(آفتاب ہدایت ص ۲۷)

:

سیالوی صاحب یہاں تو اس آیت سے استدلال کر رہے ہیں لیکن جب خود ان پر اسی طرح کا

اعتراض ہوا تو یوں لب کشائی کر کے اپنی بیوقوفی کا ثبوت مہیا کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''بعض حضرات آیت کریمہ اتیناہ الحکم......پیش کر کے فرماتے ہیں جب سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو بچپن سے نبوت مل گئی تو سرکار علیہ السلام کو بطریق اولیٰ بچپن میں نبی ہونا چاہیئے۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ''اگر مان بھی لیا جائے کہ حکم سے مراد نبوت ہے تو سیدنا موسیٰ اور سیدنا ابراہیم علیہما السلام کو بھی بچپن سے ہی نبی ماننا پڑے گا کیونکہ وہ دونوں حضرات حضرت یحییٰ علیہ السلام سے افضل ہیں''

آگے فرماتے ہیں:

''نیز یہ جزوی فضیلت ہے لہٰذا اگر یحییٰ علیہ السلام بچپن ہی سے نبی ہوں تو ان کا سرکار علیہ السلام سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا''۔

(تحقیقات ص ۲۷۶)

اسی طرح سیالوی صاحب کے ابا جان ایک اعتراض کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن سے نبی تھے تو سید الانبیاء کا بچپن سے نبی ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

جواب میں تحریر کیا:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام افضل ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی افضل ہیں تو دلالۃ النص کا تقاضہ وہاں بھی یہی ہوگا کہ ان کو بچپن سے نبی مانا جائے حالانکہ کوئی صاحب علم اور مالک عقل و دانش یہ قول نہیں کرسکتا تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان حضرات پر فضیلت دینا لازم نہیں آئے گا اور یہ ان کی بارگاہ میں بے ادبی اور گستاخی نہیں ہوگی؟''

(تحقیقات ص ۲۷۵)

لہٰذا بالفرض ایسا ہو بھی تو یہ جزوی فضائل ہیں اس پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

باب دوّم

اس باب میں احادیثِ کریمہ سے سیالوی نے جو
اپنے باطل عقیدے پر استدلال کیا اس کا جائزہ لیا جائے گا!

اس دوسرے باب میں سیالوی صاحب نے آپ علیہ السلام کے مختارِ کل ہونے پر انچاس احادیث پیش کی ہیں۔لیکن کسی ایک حدیث میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ آپ علیہ السلام مختار کل ہیں۔ بلکہ ان احادیث میں تو آپ علیہ السلام کے معجزات بیان کئے گئے ہیں۔اور معجزات کے اندر آپ علیہ السلام کا اختیار نہ تھا کیونکہ معجزہ کی پہلی شرط ہی یہی ہے کہ وہ خرق عادت کام اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔
چند احادیث سے کچھ شبہ انہوں نے ڈالا ہے اس لیے ہم ان کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں۔
سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اللہ یعطی وانا قاسم۔
ترجمہ: اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہو۔

(آفتاب ہدایت ×ے ۶)

 :

اس حدیث کے متعلق امام اہلسنت نے جو فرمایا ہے وہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”جواب اوّل:

فریق مخالف قرآن کریم کی کوئی آیت اس بات پر کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہر چیز کے تقسیم کرنے والے ہیں پیش کرنے سے قطعاً قاصر اور یقیناً عاجز ہے، تقسیم رزق وغیرہ پر ان کے پاس صرف یہی حدیث ہے جو صحیح اور ان کے خیال سے صریح الفاظ سے مروی ہیں۔اور یہ مسئلہ صراحت اور وضاحت کے ساتھ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ خبر واحد اگرچہ کیسی ہی صحیح کیوں نہ ہو اثبات عقیدہ کے لئے ناکافی ہے۔ چنانچہ شرح مواقف ص ۷۲۷ شرح فقہ اکبر ص ۶۰، مسامرہ ج ۲ ص ۸۷، شرح العقائد ص ۱۰۱، اور نووی شرح مسلم ج ص ۲۲ میں مذکور ہے۔
علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جمہور مسلمانوں کا (جن میں حضرات صحابہ کرام تابعین محدثین فقہاء اور اصحاب اصول داخل ہیں) اس بات پر اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح سے عمل تو ثابت ہوسکتا

ہے لیکن علم (عقیدہ) ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور قرآن کریم کے مقابلہ میں خبر واحد کا پیش کرنا تو بالکل ناجائز ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی الفیوض المکیہ ص ۱۵۲ اور انباء المصطفٰے ص ۴ پر لکھتے ہیں کہ

''عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ بافی ہے''۔

آپ قرآن کریم کی بے شمار آیات سے جو اس عقیدہ کی نفی پر دال ہیں صرف نظر کرتے ہوئے صرف ایک ہی آیت ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ... الایۃ (پ۲۵، زخرف ع ۳)

ہم ہی نے مخلوق کے درمیان دنیا کی زندگی میں معیشت تقسیم کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نحن کی ضمیر کو مقدم ذکر فرما کر اور قسمنا ماضی کا صیغہ ارشاد فرما کر یہ بات واضح کردی ہے کہ ہم نے ماضی ہی میں معیشت اور روزی وغیرہ کی تقسیم کا بندوبست کردیا ہے اور معیشت کا لفظ بول کر انسانوں اور حیوانوں کی تمام تر ضروریات (مثلاً خوراک، پوشاک، پانی ہوا، وغیرہ جن اشیاء پر عالم اسباب میں مخلوق کی زندگی موقوف ہے) کی تقسیم بیان کردی ہے اگر بالفرض حدیث مذکور کا (جو کہ خبر واحد میں شامل ہے کیونکہ بندہ کو جہاں تک معلوم ہے یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ صرف تین صحابہ کرام سے مروی ہے حضرت امیر معاویہ سے جیسا کہ بخاری ومسلم کے حوالے سے ان کی روایت گزرچکی ہے حضرت جابر سے امام حاکم نے مستدرک میں ج ۲ ص ۷۷ ۲ میں نقل کی ہے اور حضرت ابوہریرہ سے ج ۲ ص ۶۰۴ میں ہے نچلے روات کا تو کہنا ہی کیا ہے حضرات صحابہ کرام کے الفاظ بھی آپس میں متفق نہیں۔

الغرض محدثین کرام کی اصطلاح میں یہ حدیث خبر واحد سے اوپر کسی طرح نہیں بڑھ سکتی) مطلب وہی ہوتا جو فریق مخالف نے سمجھا ہے کہ رزق وغیرہ کی تقسیم مراد ہے تو بھی یہ روایت خبر واحد ہونے کی وجہ سے قرآن کریم کی مذکورہ آیت کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی تھی بلکہ خانصاحب کے نزدیک اس کو قرآن کریم کی قطعی الدلالت آیت کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ہرزہ بافی ہوتا ہے۔

اس حدیث کا صحیح مطلب تو عنقریب عرض کردیا جائے گا لیکن اس سے قبل چند ایک

حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اسی دن اس نے رحمت اور شفقت کے سو حصے متعین کیے۔

فَقَسَمَ مِنْهَا رَحْمَةً بَيْنَ الْخَلَائِقِ بِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلَى وَلَدِهَا وَبِهَا يَشْرَبُ الْوَحْشُ وَالطَّيْرُ الْمَاءَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ قَصَرَهَا عَلَى الْمُتَّقِينَ وَزَادَهُمْ تِسْعًا وَتِسْعِينَ۔

(مستدرک ج ۴ ص ۲۴۷ قال الحاکم والذہبی علی شرط مسلم)

ترجمہ: ان سو حصوں میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک حصہ رحمت کا تمام مخلوقات میں خود تقسیم فرما دیا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ والدہ اپنے بچوں کو شفقت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور اسی رحمت کا اثر ہے کہ وحشی جانور اور پرندے پانی پیتے اور اپنے بچوں کو پلاتے ہیں اور اسی وجہ سے ہی مخلوق آپس میں شفقت کرتی ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو رحمت کو اللہ تعالیٰ صرف پرہیزگاروں کے لیے وقف کر دے گا اور بقیہ ننانوے حصوں میں سے بھی ان کو عنایت فرمائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا کی بقاء کا دارومدار جس چیز پر ہے یعنی رحمت اور شفقت اس کو آنحضرت علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق خود اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں تقسیم کر دیا ہے۔ اسی مضمون کی حدیث بخاری اور مسلم میں بھی مروی ہے۔ جس کے بعض الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ قَسَمَ مِنْهَا رَحْمَةً بَيْنَ أَهْلِ الدُّنْيَا فَوَسِعَتْهُمْ إِلَى آجَالِهِمْ، وَأَخَّرَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ لِأَوْلِيَائِهِ۔ (الحدیث)

(مستدرک ج ۱ ص ۵۶ قال الحاکم والذہبی علی شرطہا)

بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں اس نے ایک ہی حصہ تمام اہل دنیا میں خود تقسیم کیا ہے ان کو آخر وقت تک وہ کافی ہے اور ننانوے حصے رحمت کے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس ہی نیک بندوں کے لیے رکھ چھوڑے ہیں۔

حضرات ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رحمت کو تقسیم کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا اس میں کچھ دخل نہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے ایک اعرابی صحابی کو او املك لك ان نزع الله۔ (الحدیث) سے جواب دیا۔ اور تقسیم اور عدل ازواج کے متعلق بھی صاف فرمایا کہ لا تواخذنی فیما تملك ولا املك۔ اگر اس سے بھی مزید سننا چاہیں تو وہ بھی سن لیجئے کہ خود حضرت محمد ﷺ نے پیش کردہ بالا حدیث کی کیا تفسیر فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اس طرح خود اخلاق تقسیم کردیئے ہیں جس طرح کہ اس نے تمہارے درمیان خود رزق تقسیم کردیئے ہیں۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اس کو بھی دے دیتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے اور اس کو بھی دے دیتا ہے جس سے اس کو محبت نہیں ہوتی، اور ایمان صرف اس کو دیتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے''۔ (مسند احمد و شعب الایمان، مشکوٰۃ ص ۲۲۵)

اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک ج ۱ ص ۳۳، ج ۲ ص ۴۴۷، وج ۴ ص ۱۶۵ میں متصل سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور سندات بھی تین ہیں اور ہر سند کی تصحیح پر امام حاکم اور ناقد فن رجال علامہ ذہبی دونوں متفق ہیں اس حدیث میں حرف ان جو تاکید کے لیے آتا ہے اور لفظ قسم جو ماضی کا صیغہ ہے ارشاد فرما کر آنحضرت ﷺ نے یہ بات واضح سے واضح تر کردی ہے کہ کوئی شک و شبہ نہ رہا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق بھی تقسیم کردیئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے رزق کی تقسیم کو اصل قرار دے کر (حرف کما) سے اخلاق کی تقسیم کو بطور تفریع ارشاد فرمایا ہے اور آگے اس کی بھی تشریح کردی ہے کہ دنیا کا معطی صرف خدا تعالیٰ ہی ہے وہ مومنوں اور کافروں کو بلا تفریق دیتا ہے اور ایمان دینے والا بھی صرف وہی ہے۔ لیکن وہ صرف اپنے محبوب بندوں کو دیتا ہے۔ وہ ایمان اور ہدایت سے کافروں، مشرکوں اور اپنے دشمنوں کو کبھی نہیں نوازا کرتا، کیونکہ اس گوہر ایمانی کے لیے ان کے دل میں کوئی تڑپ اور آرزو نہیں ہوتی اور بغیر اس کے وہ دیتا نہیں ؎

گہر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی دے تو ملیں
اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

اس روایت کو پیش نظر رکھ کر حضرت امیر معاویہؓ کی سابق حدیث کا مطلب آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی فقاہت اور سمجھ عطا کر دیتا ہے میرا کام تو صرف احکام کو بیان کرنا ہے اور ان کا تمہارے درمیان تقسیم کرنا ہے کہ مالدار کے حصہ میں زکوٰۃ دینا، حج کرنا، قربانی وصدقہ وغیرہ ادا کرنا آتا ہے اور غریب کے حصے میں یہ چیزیں نہیں آتیں۔ تندرست اور مقیم کے حصے میں فلاں فلاں حکم آتا ہے اور بیمار ومسافر کے حصے میں فلاں حکم آتا ہے۔ خاوند کے حق میں فلاں حکم ہے اور بیوی کے لیے فلاں۔

انما انا قاسم واللہ یعطی کی شرح میں علامہ طیبی سے جو مطلب ترمذی ج ۲ ص ۱۰۷ کے حاشیہ میں نقل کیا گیا ہے کہ آپ پر منجانب اللہ جو کچھ نازل ہوتا تھا۔ اس کو آپ وحی الٰہی کے مطابق لوگوں میں تقسیم کرتے تھے اور جس شرف وفضل کے وہ اہل تھے اس کی تقسیم نیز مال غنیمت کی تقسیم یہ سب قاسم کے مفہوم میں داخل ہیں تو یہ سب کچھ صحیح اور ہماری تائید ہے۔ نہ جیسا کہ نور ہدایت والے کو غلط فہمی ہوئی۔ (دیکھئے نور ہدایت) اسی طرح مرقات کا حوالہ بھی ہمارا موید ہے نہ کہ ان کا۔ ملاحظہ ہو ہامش مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۰۷ وغیرہ۔

جواب دوّم:

محدثین کرام نے یہ حدیث باب العلم اور باب الغنیمت وغیرہ میں پیش کرکے یہ ثابت کر دیا ہے کہ غنیمت اور علم وغیرہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے، اور جناب رسول اللہ ﷺ اس کو لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اور غنیمت کی تقسیم میں بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ہر وقت پابند رہتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت خولہ بنت حکیم نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ اگر طائف فتح ہو تو آپ مجھ کو فلاں عورت کا زیور دے دیجئے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اگر خدا تعالیٰ اس کی اجازت نہ دے تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں (اصابہ ج ۸ ص ۷۰) اور شراح حدیث بھی یہی معنی بیان کرتے ہیں، چناچہ نواب قطب الدین خانصاحب (مظاہر حق ج ۱ ص ۸۷) میں لکھتے ہیں:

یعنی میں حدیث وغیرہ بیان کر دیتا ہوں سمجھ اور فکر اور عمل اس پر جتنا جناب باری تعالیٰ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے"۔

طبرانی میں یہ روایت مرفوعاً حضرت امیر معاویہؓ سے یوں مروی ہے:

إِنَّمَا أَنَا مُبَلِّغٌ وَاللهُ يَهْدِي، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي قال الشيخ حديث صحيح۔ (السراج المنیر ج ۲ ص ۴۷)

سو بات یہ ہے کہ میں تو مبلغ ہوں ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور میں تو صرف قاسم ہوں اور دیتا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

علامہ عزیزیؒ، علامہ مناویؒ کے حوالہ سے اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

فَلَا تنكروا التَّفَاضُل فَإِنَّهُ بِأَمْر الله أَو الْمُرَاد أقسم الْعلم بَيْنكُم وَاللهُ يُعْطِي الْفَهم من شَاءَ۔

(شرح جامع الصغیر ج ۲ ص ۴۷)

یعنی اگر میں تم میں سے بعض کو کم اور بعض کو زیادہ دیتا ہوں تو یہ قابلِ انکار امر نہیں کیونکہ میں خدا تعالیٰ کے حکم سے ایسا کرتا ہوں یا اس کی مراد یہ ہے کہ میں تو تم میں علم تقسیم کرتا ہوں اور اس کی سمجھ جتنی خدا تعالیٰ چاہتا ہے دیتا ہے۔

اور علامہ الحنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

اقسم بينكم ما امرنى الله بقسمته من اموال الغنائم ونحوها او غيرها كتبليغ الاسلام۔ (ہامش عزیزج ۲ ص ۴۷)

میں تمہارے درمیان اموال غنائم اور تبلیغ احکام وغیرہ سے وہی کچھ تقسیم کرتا ہو جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔

الغرض علماء امت بھی اس حدیث سے یہی کچھ سمجھتے ہیں، کہ اس حدیث میں قاسم سے ہر چیز کی تقسیم کرنے والا مراد نہیں ہے بلکہ مال غنیمت، علم اور احکام وغیرہ کی تقسیم مراد ہے۔ اس حدیث سے صرف یہی ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ علم وغیرہ تقسیم فرماتے ہیں اس علم وغیرہ کی توفیق جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے دے دیتا ہے نہ اس حدیث میں تقسیم اخلاق کا ذکر ہے اور نہ تقسیم رزق کا بلکہ قرآن کریم اور صحیح حدیث کا فیصلہ آپ سن ہی چکے ہیں کہ اخلاق اور رزق تقسیم کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس میں کسی دوسری ذات اور ہستی کو کوئی دخل نہیں اور یہ خدا تعالیٰ ہی کی صفت ہے کہ جس کو چاہے دے جس سے چاہے چھین لے کیونکہ تو تی الملك من

تشاء وتنزع الملك ممن تشاء صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب اسی کا خلاصہ لاریب ہے مگر شک کا برا ہو کہ سمجھنے نہیں دیتا۔

مولف نور ہدایت کا یہ حیاسوز جملہ بھی ملاحظہ کریں کہ: ۔"بلکہ یہ وجہ بھی ہے کہ حقیقتاً کائنات میں آپ قاسم نعم الٰہی ہیں اس پر خود حدیث شاہد ہے۔" (بلفظہ ص ۱۲۳)

کونسی حدیث؟ کن الفاظ سے؟ اور کہاں اس میں نعم الٰہی کا ذکر مگر سچ ہے کہ ؏

بے حیا باش وہر چہ خواہی کن

جواب سوّم:

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مکلف اور پابند شریعت تھے یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے اپنے اوپر شہد حرام کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی مگر اللہ تعالیٰ کسی حکم اور قانون کا پابند نہیں لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ۔

لیکن گزارش ہے کہ جب اس بدعقیدہ کے بموجب ہر چیز جناب رسول اللہ ﷺ تقسیم کرتے ہیں تو کیا آپ پابند شریعت ہو کر شراب، جھوٹ، زنا، چوری ڈاکہ اور دنیا کی تمام واہیات چیزیں تقسیم کرتے ہیں یعنی شرابی کو شراب تقسیم کر کے دیتے ہیں جھوٹے کو جھوٹ کا حصہ رسد دیتے ہیں، افیونی اور چرسی کو افیون اور چرس دیتے ہیں اور مسلمانوں پر تو آپ نے العیاذ باللہ ان ایام میں سخت ظلم کیا کہ بنگال آسام اور مشرقی پنجاب بھی تقسیم کر کے غیر مسلموں کے حوالے کر دیئے۔ تمام مساجد ان کو دے دیا بلکہ مسلمانوں کی بہو بیٹیاں بہنیں اور بیویاں بھی آپ نے تقسیم کر کے سکھوں اور ڈوگروں کے حوالے کر دیں (العیاذ باللہ) آپ نے تو اس عقیدہ کے بموجب بونڈری کمیشن سے بھی زیادہ مسلمانوں پر ظلم وستم کیا۔ (نعوذ باللہ من هذه العقيدة ثم نعوذ بالله ولا حول ولا قوة الا بالله۔)

اب آپ ذرا سوچیں کہ اس عقیدہ کی جناب رسو اللہ ﷺ کی طرف نسبت کر کے آپ کی تعظیم لازم آتی ہے یا توہین ہوتی ہے (العیاذ باللہ)

اللہ تعالیٰ ایسے بے وقوف محبوں اور عاشقوں سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ چونکہ کسی قانون اور حکم کا مکلف نہیں لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

لایسئل عما یفعل وھم یسئلون۔

(دل کا سرور ص ۱۳۲)

قارئین کرام: غلام صاحب نے جو احادیث اپنے دعویٰ پر پیش کی ہیں ان کا جواب ایک مبتدی طالب علم بھی دے سکتا ہے۔ بعض احادیث جن کی ضرورت تھی کہ ان جواب کے لیے دل کا سرور ملاحظہ فرمائیں۔ امام اہلسنت نے بڑے مدلل طریقے پر ان کے جوابات دے دیئے ہیں۔

نوٹ:

غلام صاحب نے ایک عبارت امام رازی کی پیش کی تھی کہ:

ان اللہ اعطاھم القدرۃ مالا جلہ یتصرفون فی بواطن الخلق۔ (بحیر)

تو اسی عبارت کا جواب دیتے ہوئے جو امام اہلسنت نے فرمایا ہے وہی ہم نقل کر رہے ہیں:

''حضرت امام رازی کی ایسی واضح اور صریح عبارات کی موجودگی میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم السلام کے لیے لوگوں کے دلوں پر تصرف کے قائل ہیں سراسر باطل اور قطعاً مردود ہے۔ جس تصرف کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ صرف علم وعرفان، وعظ وارشاد اور اخلاق کریمانہ سے اثر پذیری کا تصرف ہے اور وہ بھی صرف اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اس کا طالب ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اور ایسے لوگ نسبتاً کم ہیں''۔

(اتمام البرہان حصہ اول ص ۱۰۱)

ایک اور غلامی شکایت کا ازالہ:

غلام صاحب نے اپنے بڑوں کی روش اختیار کرتے ہوئے شیخ الہند کے اس شعر پر بھی اعتراض کیا ہے ؎

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس میحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

:

امام اہلسنت نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں چنانچہ وہ ارقام فرماتے ہیں کہ:

''مؤلف مذکور نے جس انداز سے اس شعر پر اعتراض کیا ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولف مذکور کو واضح عبارات کے مفہوم سمجھنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے جب کوئی عقلمند آدمی کلام کرتا ہے تو اس کا خارج میں کوئی مصداق ہوتا ہے۔حضرت گنگوہیؒ کا زمانہ تاریخی طور پر کوئی اتنا بعید اور تاریک زمانہ نہیں کہ اس کے واقعات سے عوام بے خبر ہوں اگر حضرت گنگوہی نے حسی طور پر یہ باذن اللہ مردے زندہ کیے ہوتے تو یہ واقعات زبان زد خلائق ہوتے کہ فلاں جگہ فلاں مردہ زندہ ہوا اور فلاں جگہ فلاں مردہ زندہ ہوا کیونکہ شعر میں جمع کا صیغہ (مردوں کو) موجود ہے۔اسی طرح اگر زندوں کو حسی طور پر نہ مرنے دیا ہوتا تو بے شمار قریب المرگ زندہ لوگوں کو انہوں نے موت سے بچایا ہوتا حتی کہ خود بھی نہ مرتے اور کم از کم بانی دار العلوم دیوبند حضرت نانوتوی کو تو نہ مرنے دیتے مگر تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔تو معلوم ہوا کہ اس شعر میں حسی موت وحیات مراد نہیں ہے بلکہ معنوی مراد ہے جو علم و جہالت ہے اور قرآن کریم میں آتا ہے اومن کان میتا فاحییناہ الایۃ (پ۸ انعام ۱۵) بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا۔اس میں اس کا ذکر ہے کہ جو شخص جہل وضلال کی موت مر چکا تھا پھر اس کو حق تعالیٰ نے ایمان وعرفان کی روح سے زندہ کیا۔اس مقام میں موت وحیات سے معنوی موت وحیات مراد ہے نہ کہ حسی جیسا کہ ظاہر ہے غزوہ بدر کے موقع میں اس کا بھی ذکر ہے۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔ (پ10 انفال ۵۰)

تاکہ مرے جس کو مرنا ہے قیام حجت کے بعد اور جیوے جس کو جینا ہے قیام حجت کے بعد۔

ایک تفسیر کی رو سے یہاں بھی معنوی موت وحیات مراد ہے۔چنانچہ مولف مذکور کے صدر الافاضل لکھتے ہیں محمد بن اسحاق نے کہا کہ:

''ہلاکت سے کفر،حیات سے ایمان مراد ہے الخ''۔(ص ۲۶۴)

اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یہاں زندگی سے مراد ایمان ہے، اور ہلاکت سے مراد کفر ہے''۔(ص ۲۸۹)

جب قرآن کریم سے اس مقام پر موت وحیات سے معنوی مراد ہے اور آپ کے مسلم بزرگ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں تو انصاف سے فرمائیے کہ دیوبندیوں نے یہاں کونسی چالاکی کی ہے؟ اور کس شعبدہ بازی سے صرف ایک موہوم چیز کو حقیقت بناڈالا ہے؟ اور یہ معنی کر کے جو خارج اور نفس الامر کے بالکل مطابق ہے کس ذہن کو گمراہ کیا؟

رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقابل کا معاملہ تو اس پر بھی مولف مذکور نے قطعاً غور نہیں کیا کیونکہ حضرت شیخ الہند یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ حسی طور پر باذن اللہ تعالیٰ مردوں کا زندہ کرنا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مشاہدہ دیکھا ہے عیاں راچہ بیاں اور اس میں تو ان کی میحائی ایک واضح امر ہے لیکن نامساعد حالات میں جابر برطانیہ کے دور میں اس کثرت سے معنوی موت و حیات کی میحائی بھی دیکھ لیں تو کیا ہی اچھا ہو اور اس میحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم فرما کر انہوں نے اس معنی کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے اگر حسی میحائی ہوتی تو وہ تو انہوں نے دیکھی ہی تھی پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کے دیکھنے کی آرزو کا کیا معنی؟ اور معنوی بھی گو دیکھی تھی مگر قدرے محدود تھی اس سے بقول مولف مذکور تقابل ہی اس امر کو واضح کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی میحائی تو حسی ہو اور حضرت گنگوہی کو صرف معنوی ہو رہا یہ اشکال کہ تعلیم کا وصف تو ہر نبی میں تھا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقابل کا کیا مطلب؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام میں مسیح کے لقب سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی معروف تھے اور یہاں حضرت گنگوہی ہی کے لیے جب ایک گو میحائی ثابت کی گئی تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہی مناسب وموزوں تھا گو ان کی میحائی حسی ومعنوی تھی اور ان کی صرف معنوی اس کے علاوہ ایک اور وجہ بھی ہے وہ یہ کہ بروایت انجیل حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دشمنوں کے ہاتھ گرفتار کرانے والا وہ شخص تھا جو بظاہر ان کا کلمہ پڑھنے والا تھا اسی طرح حضرت گنگوہی (وغیرہ ان کے رفقاء) کے خلاف خبری کر کے اور ان کو اذیت پہنچا کر انگریز کا تقرب اور اس سے مفاد حاصل کرنے والے بھی خود کو مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ (اور خانصاحب بریلی نے بھی انگریز کے ہاتھ مضبوط کرنے کی خاطر ان حضرات پہ جس طرح کفر کی گولہ باری کی اور طعن کی مشین گن سے ان حضرات کی آبرو چھلنی کرنے کی لا حاصل کوشش کی وہ تو آفتاب نیمروز کی طرح

عیاں ہے) تو یہ تقابل بھی خاصی وزنی ہے۔

انجیل متی باب ۲۶ آیت ۱۴، ۱۵، ۱۶ میں ہے۔

اس وقت ان بارہ میں سے ایک نے جس کا نام یہوداہ اسکریوتی تھا سردار کاہنوں کے پاس جا کر کہا اگر میں اسے تمہارے حوالے کرادوں تو مجھے کیا دو گے؟ انہوں نے اسے تیس......تول کر دیئے۔الخ"۔

(اتمام البرہان حصہ دوم ص ۶۸ تا ۷۱)

غلام صاحب ذرا اپنے اشعار پر بھی غور کریں:

لاکھوں جلائے آپ نے ٹھوکر کے زور سے
اٹھتا نہیں مسیح سے مارا فرید کا

(دیوان محمدی)

فوز المقال میں ہے کہ:

عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جلا دیے ہیں
میرے آقا کے معجزوں نے کئی عیسیٰ بنا دیے ہیں

(فوز المقال ج 4 ص 364)

یہاں پر پیر سیال صاحب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنا دیا گیا، العیاذ باللہ!

بابِ سوّم

اس باب میں رضاخانی سیالوی نے مختارِکل کے اپنے باطل عقیدے
پر جو اکابر کی عبارات سے غلط استدلال کیا ہے اس کا جائزہ لیا جائے گا!

عقیدہ مختارِ کل کی نفی پر اکابر کے دلائل

قارئین کرام! استعانت بغیر اللہ کا مختار کل سے گہرا تعلق ہے۔ اس لیے جہاں پر استعانت کا رد ہوگا تو وہاں مختار کل کا رد بھی ہوجائے۔ اور عدم القائل بالفصل کی وجہ سے اولیاء اللہ سے استعانت کی نفی کی جائے یا انبیاء سے دونوں طرح عقیدہ مختار کل کی نفی ثابت ہوگی۔

(۱) سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''جب تم اولیاء سے تعاون چاہو تو اولیاء سے مدد نہ مانگو اور نہ ہی ان سے فریاد کرو اس لیے کہ یہ شرک ہے''۔ (البرہان المویدص ۱۴۱)

(۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ فرماتے ہیں کہ:

''امراض قلوب میں سے ایک وہ شرک باللہ ہے جس میں غیر اللہ سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں''۔ (خیر کثیر اردو)

(۳) ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

''قبر کے پجاریوں نے سمجھ رکھا ہے اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ پاکیزہ روحوں کو پکارنا اور ان سے حاجت روائی کی درخواست کرنا سنت اور مستحب ہے حالانکہ اس کے بدترین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں معصیت اور گناہ کو حلال سمجھا ہے جو کہ کفر کی قسم ہے۔'' (البلاغ المبین ص ۲۹۵)

(مولوی اچھروی وغیرہ نے اسے شاہ صاحب کی تصنیف لکھا ہے)

(۴) علامہ عبدالحی لکھنوی ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''انبیاء اولیاء کو ہر وقت حاضر ناظر جاننا اور اعتقاد رکھنا کہ ہر حال میں وہ ہماری ندا سنتے ہیں اگرچہ ندا دور سے بھی ہو شرک ہے۔ کیونکہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے''۔ (فتاویٰ عبدالحی)

(۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ فرماتے ہیں کہ:

''غیر خدا کے ساتھ مشغول ہونا اور اس سے مانگنا شرک ہے''۔ (شرح فتوح الغیب)

(۶) شیخ شرف الدین یحیٰ منیری ؒ فرماتے ہیں کہ:

”نفع نقصان کا غیر اللہ کی جانب سے جاننا شرک ہے۔“(بحوالہ گلستان توحید ورسالت)

(٧) مردوں سے حاجت مانگنا شرک ہے۔(مجالس الابرار)

(٨) دوسرے مقام پر قاضی صاحب قبر کی زیارت کی دو قسمیں بنا کر، (١) زیارت شرعی، (٢) زیارت بدعی۔

زیارت بدعی کے تحت لکھتے ہیں:

”زیارت بدعی یہ ہے کہ قبروں کے پاس نماز پڑھنے، طواف کرنے اور بوسہ دینے اور چومنے اور قبروں پر منہ ملنے اور وہاں کی مٹی لینے اور اہل قبور کو پکارنے اور ان سے مدد مانگنے اور رزق اور عافیت اور اولاد اور ادائے قرض کا سوال کرنے اور سختیوں کے دور ہونے اور لاچاروں کی امداد اور اس کے سوا دوسری ان حاجتوں کے لیے جن کو بت پرست اپنے بتوں سے مانگتے تھے قبروں کی زیارت کرنا۔ اس میں شک نہیں کہ اس زیارت بدعی کی اصل ان ہی بت پرستوں سے لی ہوئی ہے“۔(مجالس الابرار)

(٩) علامہ محمد طاہر پٹنی ؒ لکھتے ہیں کہ:

”جو شخص انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبروں کی زیارت کے لیے اس غرض سے جائے کہ ان کے پاس نمازیں پڑھے اور وہاں دعائیں مانگے اور ان سے حاجتیں مانگے یہ علماء اسلام میں کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ اس لیے کہ عبادت اور حاجت طلب کرنا اور مدد مانگنا یہ صرف تنہا اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔“(مجمع البحار ج ٣ ص ٧٣)

(١٠) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ فرماتے ہیں کہ:

”جو کچھ امداد و استمداد سے ہم نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا محتاج اور فقیر صرف اللہ کو پکارے کو اور دربار الٰہی سے اپنی حاجات طلب کرے اور اس دربار الٰہی کے مقرب بندہ کی روحانیت سے وسیلہ پکڑے۔ اور یوں کہے کہ اے خداوند بابرکت اس بندے کے کہ تو نے اس پر رحمت فرمائی ہے اور اس کا اکرام کیا ہے اور بوجہ اس لطف و کرم کے جو تو اس کے ساتھ رکھتا ہے۔ میری مراد تو ہی پوری فرما کیونکہ تو ہی دینے والا اور کریم ہے۔ یا زائر اس قبر والے مقرب بندے کو بلاوے کہ اے بندہ خدا اور اے ولی خدا تو سفارش کر اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کہ میرا مطلب اور سوال پورا کرے اور حاجت برلاوے پس دینے والا اور مسئول و

ماموں صرف پروردگار تعالیٰ وتقدس ہے اور یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔ اور قادر اور فاعل اور متصرف نہیں ہے سوائے حق سبحانہ کے اور اولیاء اللہ فعل و قدرت میں اور سطوت میں فانی اور ہالک ہیں اور اولیاء کا فعل اور قدرت اور تصرف نہ اس وقت تھا جب دنیا میں زندہ تھے"۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۱)

(۱۱) علامہ آلوسی بغدادیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اسی طرح مدبرات کو ان ارواح مقدسہ پر محمول کرنا جو بدنوں سے جدا ہونے والی ہیں۔ اس میں یہ خرابی ہے کہ لوگ اس وہم میں پڑ جاویں گے کہ شاید وہ گمان صحیح ہے جس کو بہت سارے کم عقل لوگ گمان کرتے ہیں کہ اولیاء مرنے کے بعد تصرف کرتے رہتے ہیں مثل مریضوں کو شفاء دینا، ڈوبتوں کو بچانا، دشمنوں کے خلاف مدد کرنا۔ اور ان کے علاوہ باقی وہ کام جو اس عالم دنیا میں ہو رہے ہیں اور تصرف بھی اس معنیٰ پر کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام ان کو سونپ دیئے ہیں۔ اور بعضے ان بیوقوفوں سے خاص کرتے ہیں اس تصرف کو صرف پانچ ولیوں کے ساتھ ویسے تو ساری باتیں جہالت ہیں لیکن یہ دوسری بات شدید ترین جہالت ہے"۔ (روح المعانی ص ۲۵، ج ۳۰)

(۱۲) ایک اور جگہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:

"اور بعضے ان غالیوں سے وہ ہیں جو تمام اولیاء کے لیے قبر میں تصرف ثابت کرتے ہیں۔ بعضوں کا گمان ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر قبروں سے باہر نکل آتے ہیں اور ان کے علماء کہتے ہیں ان کے ارواح مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جہاں چاہتے ہیں پھرتے ہیں...... لیکن یہ تمام باتیں بے اصل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں نہ قرآن میں نہ حدیث میں۔ الخ" (روح المعانی ج ۱۷ ص ۲۱۳)

(۱۳) "اس وقت مسلمانوں میں ایسی جماعتیں ظاہر ہو چکی ہیں جو دعویٰ کرتی ہیں کہ اولیاء زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی تصرف کرتے ہیں اس لیے ان سے مصائب اور بلیات میں مدد مانگی جائے"۔ (غایۃ الامانی ج ۲)

(۱۴) علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:

"سب سے زیادہ تعجبناک بات جو میرے دیکھنے میں آئی وہ یہ ہے کہ شعرانی نے بعض

سے نقل کیا ہے کہ وہ بارش بیچا کرتا تھا جو آدمی اس سے خرید کرتا اس کی زمین پر جب وہ چاہتا بارش کر دیتا لیکن جس شخص کی عقل مستقیم ہے وہ تو ایسی حکایات کو کبھی نہیں قبول کرے گا''۔

(روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۱۵)

(۱۵) ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

''تم جانتے ہو کہ آج کل لوگوں کو اگر کوئی امر عظیم اور مہم شدید خشکی میں یا سمندر میں پیش آ جائے تو اس کو پکارتے ہیں جو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے۔ بعض خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام کو پکارتے ہیں اور ابو الخمیس اور عباس کو اور بعض اماموں سے مدد مانگتے ہیں اور بعض مشائخ امت میں سے کسی کو پکارتے ہیں۔ اور ان میں کوئی بھی ایسا نظر نہیں آئے گا جو صرف اپنے مولا کے آگے آہ وزاری کرے اور اسے پکارے الخ''۔

(روح المعانی ج ۱۱ ص ۹۸)

(۱۶) حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''اور ان کا عقیدہ اس طرح کا تھا کہ ہمارے معبودوں کو علم محیط اور قدرت کاملہ اس حد تک حاصل ہے کہ کوئی شخص ان کو جس وقت پکارے اور جس جگہ پکارے اور فریاد کرے اور مدد مانگے یہ فی الفور حاضر ہو جاتے ہیں اور امداد کرتے ہیں اور وہ مشکل حل ہو جاتی ہے''۔

(تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۱۳۱)

(۱۷) ایک اور جگہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا اصل مرض یہ تھا کہ قرب الٰہی حاصل کرنے میں اور اپنے حاجات اور مدد مانگنے میں مظاہر کاملہ اولیاء اللہ کے ارواح کی طرف توجہ کرنے میں گرفتار تھے اور قرب حاصل کرنا مرتبے تنزیہ کی طرف اور مدد مانگنی اس مرتبہ کے ساتھ ان کے ذہن میں بالکل گنجائش نہیں ہے''۔ (تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۱۱۵)

(۱۸) ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اور استمداد یا تو ایسی چیز سے ہو گی جس کے استقلال کا خیال کسی شخص کے وہم اور ذہن میں نہیں گزرے گا نہ مشرکین نہ موحدین کے مثلاً بھوک کے دفع کرنے میں دانے اور اناج سے اور پیاس کے دفع کرنے کے لیے پانی اور شربتوں سے...... یہ استعانت بلا کراہت جائز

ہے اس لیے کہ حقیقت میں یہ استعانت ہی نہیں اور اگر استمداد ہے تو حقیقت میں استمداد اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اور یا استمداد ایسی چیز سے ہوگی کہ اس چیز کے استقلال کا تو ہم مشرکین کے ذہنوں میں پیدا ہو چکا ہوگا مثل استمداد ارواح سے یا روحانیات فلکیہ یا عنصریہ سے یا پھرنے والے ارواح سے مثل بھوانی، شیخ سدو، زین خان اور مثل ان کے اور یہ قسم استعانت عین شرک ہے اور ملت حنیفی کے مخالف ہے''۔

(تفسیر عزیزی ج ا ص ۷ ۳)

(۱۹) علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ:

''اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کو اکثر علماء نے شرک کہا ہے اگر یہ شرک نہ بھی ہو تب بھی شرک کے قریب تو ضرور ہے''۔(روح المعانی)

(۲۰) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

''بیمار کو شفاء دینا، رزق عطا کرنا، اور تکلیف دور کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے''۔

(تفہیمات الٰہیہ ج ا)

(۲۱) ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اقسام شرک میں سے ایک یہ ہے کہ مشرکین اپنی حاجتوں میں غیر اللہ سے استعانت کرتے تھے مثلاً بیمار کو شفاء دینا اور فقیر کو غنی کرنا وغیرہ اور ان کے لیے نذریں مانتے تھے اور ان کی وجہ سے وہ اپنی مرادیں پوری ہونے کی امید رکھتے تھے اور برکت حاصل کرنے کی امید پر وہ ان کے نام ورد کے طور پر پڑھتے تھے''۔(حجۃ اللہ البالغہ)

(۲۲) ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے مکہ کے مشرکوں کو اس لیے کافر فرمایا کہ انہوں نے حاجت روائی کا منصب ایک سخی آدمی کو جو ستو گھول گھول کر لوگوں کو پلاتا تھا دے رکھا تھا۔ اور تکالیف و مصائب کے موقع پر وہ اس سے استعانت کرتے تھے''۔(بدور البازغہ)

(۲۳) قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ:

''نہ تو خدا کے علاوہ کسی کی عبادت جائز ہے اور نہ اس کے بغیر کسی سے مدد طلب کرنا''۔

(ارشاد الطالبین)

(۲۴) شاہ رفیع الدین صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''مشرکین کائنات کے جزوی تصرفات مثلاً رزق کشادہ کرنے اولاد دینے امراض کو دور کرنے اور ارواح کو مسخر کرنے وغیرہ کے سلسلہ میں افعال شرکیہ کو عمل میں لاتے ہیں اور یہ خود صریح طور پر شرک ہے''۔(فتاوی شاہ رفیع الدین)

(۲۵) شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''شرک یہ ہے کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے یا جو چاہے سو وہ کرسکتا ہے، یا ہمارا بھلا یا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے۔اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کسی اور پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت طلب کرے اس کو مختار جان کر''۔(موضح القرآن)

(۲۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے ان صفات میں سے کوئی چیز ثابت کی جائے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں، مثلاً جہاں میں اس ارادہ سے تصرف کرنا جس کو کن فیکون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یا بیمار کے مرض کو دور کرنے کی صفت ثابت کی جائے۔الخ''۔ (الفوز الکبیر)

عقیدہ مختارِ کل کی نفی پر

بریلوی اکابرین اوران کے معتمدین کے دلائل

(۱) پیر مہر علی شاہ صاحب جو کہ ان کے معتمد علیہ ہیں فرماتے ہیں کہ:

''ہاں اگر کوئی شخص قبروں کا طواف یا سجدہ کرے یا اس قسم کی دعا مانگے کہ اے صاحب مزار میرا فلاں کام سر انجام دو تو بتوں کے پجاریوں کے ساتھ مشابہت ہو جائے گی جو کہ ناجائز ہے''۔(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۴۰)

(۲) ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''(مشرکین) جن صالحین کی عبادت کرتے تھے ان کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ''یہ صالحین ابھی بھی

سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں (اور بریلویت کے ہاں اس عقیدہ کا نام علم غیب حاضر و ناظر ہے جو خالص مشرکین کا عقیدہ تھا، از ناقل) اور اپنی عبادت کرنے والوں کی شفاعت کرتے ہیں اور ان کے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں (اور بریلویت کے ہاں اس عقیدہ کا نام مختارکل حاجت روا مشکل کشا ہے۔ از ناقل)''۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۱۱)

(۳) اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

''اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین صالحین کو معبود بناتے تھے اور ان کے لیے حاکمیت اور بادشاہت ثابت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرماتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نیز فرمایا کہ حاکمیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ بادشاہ بھی وہی ہے۔ اہل ایمان وتوحید، انبیاء واولیاء وصالحین کو معبود نہیں مانتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو ہی حاکم اور بادشاہ مانتے ہیں ہاں صالحین کو وسیلہ مانتے ہیں۔ نہ ہی وہ صالحین کو مستحق عبادت جانتے ہیں اور نہ ہی ان کی عبادت کرتے ہیں۔ ہاں ان سے دعا کراتے ہیں۔ یا خود دعا میں ان کے ساتھ توسل کرتے ہیں''۔

(اعلاء کلمۃ اللہ ص ۲۱۲)

(۴) پیر مہر علی شاہ صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

''اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف دل سے متوجہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے۔ کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابو طالب کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لاویں اور ظہور میں ایسا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کل اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو۔ یہ تب ہے نعوذ باللہ نعوذ باللہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دے کر آپ معطل ہو بیٹھے۔ اور یہ بالکل برخلاف عقیدہ اسلام ہے''۔

(مکتوبات طیبات ص ۱۲۷ بحوالہ تنقید متین)

(۵) اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

''ہماری شریعت نے اسی وجہ سے ایسے امور کو فضول کہا ہے کہ نہ حصول خیر کسی کے ہاتھ میں ہے

نہ دفع ضرر کسی کے اختیار میں ہے۔ جو کچھ ہے خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے“۔
(مقالات مرضیہ المعروف بہ ملفوظات مہریہ ص ۱۳۷)

(۶) خواجہ غلام فرید صاحب فرماتے ہیں کہ:
”وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء اولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے بے شک غیر خدا سے امداد مانگنا شرک ہے توحید یہ ہے کہ خاص رب تعالیٰ سے مدد طلب کرے“۔(مقابیس المجالس ص ۷۹۴)

(۷) مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں کہ:
”کلی اختیارات مکمل علم غیب پر خدائی دارومدار ہے“۔(مواعظ نعیمیہ حصہ دوم ص ۷۶۵)

(۸) ”الحدیث۔ میں پہاڑ کو سونا بنانے یا خلق اشیاء پر قدرت نہیں رکھتا“۔
(مواعظ نعیمیہ حصہ دوم ص ۲۶۲)

(۹) وہ عذاب جس میں تم جلدی کر رہے ہو میرے قبضہ و اختیار میں ہوتا تو اب تک میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا تمہارا کام ختم ہو چکا ہوتا۔(تفسیر نعیمی ج ۷)

(۱۰) پیر نصر الدین نصیر صاحب فرماتے ہیں کہ:
”اللہ کا غیر دینے پر قادر ہے نہ روکنے پر۔ دفع ضرر پر قادر ہے نہ تحصیل نفع پر کیونکہ وہ خود اپنی جانوں کے لیے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں“۔(اعانت و استعانت کی شرعی حیثیت)

(۱۱) خواجہ غلام فرید سے کسی نے بارش کی دعا کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ میں تو بہت چاہتا ہوں۔ لیکن سب چیز خدا کے اختیار میں ہے۔(مقابیس المجالس)

(۱۲) مولانا احمد الدین بگوی صاحب لکھتے ہیں کہ:
”اگر کسی شخص نے نبی سے اولاد مانگی یا بیمار کے لیے شفاء یا قضاء حاجت کا سوال کیا تو اس نے کفر کیا“۔(دلیل المشرکین)

(۱۳) ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:
”مردوں سے استعانت اور حاجتیں طلب کرے اور ان کی توجہ مبذول کرنے میں شرکت کا ارتکاب کرنا شرک کی قبیح ترین صورت ہے حالانکہ عبادت اور استعانت تو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے“۔(تذکار بگویہ ج ۱ ص ۱۱۵)

(۱۴) ایک بریلوی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

’’دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت حوا علیہا السلام کو مبتلائے حیض دیکھا تو رب العزت سے حکم نماز دریافت فرمایا بارگاہ اقدس سے حکم معافی صادر ہوا حضرت صفی اللہ علیہ السلام نے روزے کا حکم اپنے قیاس سے نماز پر دے دیا۔ شان بے نیازی نے اس دخل کو پسند نہیں فرمایا اس لیے روزے کی قضا ہوئی‘‘۔(رکن الدین ص ۱۴،۱۵)

(۱۵) مولوی عطا محمد بندیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

’’شارع کا معنی ہے مشروع کرنے والا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے جو احکام ہم پر فرض کئے ہیں۔ ان کا شارع اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی ہے۔ مثلاً نماز روزہ حج زکوٰۃ، وغیرہ بالذات شارع صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے اور سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ باذن اللہ شارح ہیں۔

آگے امام عبدالوہاب شعرانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

نحن نعلمه ان الشارع هو الله تعالیٰ (الی ان قال) فانه ﷺ مبلغ عن الله احكامه فيها اراد الله تعالیٰ لا ينطق قط عن نضه۔

ترجمہ: ہم یقیناً جانتے ہیں کہ شارع صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جناب رسول اللہ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے والے تھے۔ جن امور کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے آپ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے تھے‘‘۔(ذکر عطاء فی حیات استاذ العلماء ص ۲۴۴)

(۱۶)’’اگر یہ کہا جائے کہ پیغمبر ہدایت نہیں کرتے اور دلیل میں انّك لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ہدایت نہیں کر سکتے اس کو جس کے ساتھ محبت کریں، لائیں تو درست نہ ہوگا، اس وجہ سے کہ پیغمبر ہدایت کے لیے بھیجے گئے ہیں وہ ہدایت کریں گے ان کا کام ہدایت کرنے کا ہے۔ البتہ ہدایت سے مستفیض کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ مفسرین نے ہادی کے معنی راہ بتانے والے کے کئے ہیں۔ راہ بتانا دو قسم کا ہے ایک یہ کہ اپنے مقام پر ہی رہ کر بتادے کہ اس راستہ پر چلے جاؤ۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ دوسرا یہ کہ نہ صرف راہ بتائے بلکہ منزل مقصود تک پہنچادے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ راہ بتانا پیغمبروں کا کام ہے۔ منزل مقصود تک پہنچانا ہمارا کام ہے‘‘۔

(ضرورت مرشد ارشادات امیر ملت ص ۲۹۲)

(۱۷) ایک کتاب حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بریلوی حضرات نے منسوب کی

ہے اس میں لکھا ہے کہ:

''کیونکہ جوعلوم درایت و روایت سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ وہ نقیض سے خالی نہیں ہوتے بلکہ معارف الٰہیہ فیض مطلق سے ہوتے ہیں۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے لکھواتا ہے۔ اور جو کچھ تقدیر میں ہے وہی ظاہر کرواتا ہے فاعل حقیقی وہی ہے۔ اور مولف کی نسبت حق تعالیٰ سے اس بیان میں ایسی ہے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم ایسے ہی آیت مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی قرب فرائض اور قرب نوافل دونوں کی جامع ہے''۔ (مرقات السالکین شرح مراۃ العارفین ص ۹۸)

(۱۸) فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضور نے فرمایا اے عکرمہ مجھ سے مانگ جو مانگنا چاہے۔ اگر میری قدرت میں ہوا عطا فرماؤں گا۔ اس نے عرض کیا آپ دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ مجھے بخش دے۔ حضور نے اپنا دست اقدس دعا کے لیے اٹھایا''۔ (شرح قصیدہ نور ص ۲۴۲)

(۱۹) ''آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ فرید الدین نور اللہ مرقدہ نے شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی سے اجازت تحریر تعویذ طلب کی اور عرض کیا کہ خلق مجھے برائے تحریر تنگ کرتی ہے، اگر آپ کا حکم ہو لکھ دیا کروں۔ حضرت خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ اثر نہ تیرے ہاتھ میں ہے اور نہ میرے ہاتھ میں ہے البتہ خدا کے ہاتھ میں ہے تم اسماء الٰہی کلام خدا لکھ دیا کرو''۔

(فوائد الفوائد ص ۳۱۹ ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)

(۲۰) ''یہ سن کر خرم نے کہا کہ آپ کا رونا بے فائدہ ہے یہ امور آپ کے اختیار میں نہیں ہیں۔ اس میں فکر بے جا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے وہی ہوگا''۔ (ایضاً ص ۲۸۲)

(۲۱) ''ایک بار پاکپتن میں کوئی ضرورت مند بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی حضور بادشاہ کے نام ایک سفارشی خط لکھ دیجئے۔ تاکہ میرا کام بن جائے آپ نے اس سے فرمایا کام کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں''۔

(راحت القلوب ص ۲۹ ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکر از خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی)

(۲۲) ایک اور بریلوی علامہ غلام رسول سعیدی لکھتا ہے کہ:

''نیز اس پر غور کرنا چاہئے کہ مصائب اور شدائد میں تو بڑے سے بڑا مشرک بھی اللہ کی طرف پلٹ

آتا ہے تو اگر ہم موحد اور مسلمان ہو کر ایسے حالات میں اللہ کی طرف رجوع نہ کریں بلکہ مجازی سہاروں کو پکاریں جن کی امداد اور اعانت بہرحال قطعی نہیں تو کیا ہمارا یہ عمل ان مشرکین سے کمتر نہیں ہے''۔

(۲۳) آگے لکھتے ہیں کہ:

''لیکن اس کے ردعمل میں ضد کرتے ہوئے صرف ہماری مجازی سہاروں سے وابستہ ہو جانا اور کبھی حقیقت کی طرف نہ پلٹنا یہ بھی دوسرا انتہائی اقدام ہے''۔

(تبیان القرآن ج ۵ ص ۷ ۵۴ بحوالہ اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت)

(۲۴) ایک اور جگہ پیر نصیر الدین نصیر صاحب لکھتے ہیں کہ:

''دوسری سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بعد وفات کسی انسان سے حاجات طلب کرنا اور اسے مشکل میں پکارنا یا اس سے مدد مانگنا کسی بھی نبی یا رسول کی سنت نہیں۔ جناب آدم علیہ السلام سے لیکر رسالت مآب ﷺ تک کسی نبی اور رسول کے کسی قول یا عمل سے ثابت نہیں کہ اس گروہ پاک کے کسی فرد نے اپنے کسی مقصود یا حاجت کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی زندہ یا وفات یافتہ اولوالعزم پیغمبر کو پکارا ہو۔ اگر ایسی کوئی بات حضور حتمی مرتبت سے ثابت ہو تو پھر کسی وفات یافتہ پیغمبر اور پیر سے حاجات طلب کرنے یا اسے مدد کے لیے پکارنے کا جواز نکل سکتا ہے، مگر کم از کم ہماری نظر سے کسی نبی یا رسول کا کوئی ایسا عمل نہیں گزرا حتی کہ جناب رسالت مآب سے بھی کوئی ایسی روایت ثابت نہیں، جس کی بنا پر صالحین امت کو ان کی وفات کے بعد حاجات براری یا مدد طلب کرنے کے لیے زحمت دی جائے۔ (بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح طور پر ارشاد فرمایا۔

اذا استعنت فاستعن باللہ و اذا سالت فاسئل اللہ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: جب تو نے کسی مشکل میں مدد طلب کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے طلب کر اور جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ سے براہ راست مانگ۔

حدیث پاک کے الفاظ میں فاستعن صیغہ امر ہے اور یہاں بمعنی وجوب ہے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنا واجب ہے۔

اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کے بعد کون سی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی کہیں نہیں فرمایا کہ چلو اللہ کے بعد مجھ سے بھی کبھی کبھار مدد مانگ لیا کرو مجھے بھی حاجت طلب کرنے کے لیے پکار لیا کرو۔ جب یہ سلوک نبی نے اپنے لیے جائز قرار نہیں دیا، بلکہ اس منصب کا مالک صرف اپنے مقتدر اعلیٰ اور اپنے رب ہی کو سمجھا تو امت میں سے کون شخص یہ جرأت کرسکتا ہے کہ وہ حاجت برآری اور مدد دینے کا اہل کسی پیر، فقیر یا کسی اور انسان کو سمجھے۔ یا اس کی تشہیر کرے۔ متذکرہ بالا دلائل اور شواہد کی روشنی میں جو شخص ایسا کرتا ہے اس کے عقائد میں جراثیم شرک کا غلبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے"۔

(اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت ص ۱۱۲، ۱۱۳)

......☆......☆......☆......☆......

باب چہارم

معجزات میں محل نزاع کیا ہے؟
اور رضا خانی دلائل پر ایک نظر

معجزات میں محلّ نزاع کیا ہے؟

معجزات پر بیالوی دلائل کے جوابات سے پہلے محل نزاع کو ذہن نشین کرلیں محل نزاع یہ ہے کہ معجزہ و کرامت فعل کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا یا نبی و ولی کا؟ یعنی معجزہ میں عاجز کرنے والی کون ذات ہوتی ہے؟

تو اس کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی فاعل ہے، معجزہ و کرامت میں عاجز کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، نبی و ولی کے کسب کو کوئی دخل نہیں ہوتا، بلکہ جب بھی اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے نبی یا ولی کے ہاتھ پہ خلافِ عادت کام ظاہر کردیتا ہے۔

جبکہ رضاخانی حضرات کا یہ عقیدہ شیعہ شنیعہ سے چوری کردہ ہے کہ معجزہ و کرامت نبی و ولی کا کسبی فعل ہوتا ہے، بایں معنیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء واولیاء کو معجزہ و کرامت پر قدرت دے دی ہے۔

مثل افعال اختیاریہ کے کہ جب چاہیں جس وقت چاہیں جو چاہیں خرق عادت کام کردکھاویں، یعنی ان کے نزدیک عاجز کرنے والی ذات نبی و ولی کی ہوتی ہے۔

آنے والی بحث سے پہلے چند تمہیدی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) ایک ہے معجزہ و کرامت پر نبی ولی کا اس طرح قادر ہونا جیسا کہ افعال عادیہ پر قادر ہوتے ہیں۔

اور ایک ہے کہ نبی ولی کا کسی خرق عادت کام کا ارادہ کرنا دعا کرنا۔

ان دونوں میں فرق ہے اور نزاع پہلی بات میں ہے نہ کہ دوسری بات میں، کیونکہ ارادہ اور دعا کرنا معجزہ و کرامت نہیں ہیں اور نہ ہی یہ دونوں خرق عادت ہیں، بلکہ موافق عادت ہیں۔

(۲) لفظ اختیار دو معانی میں مستعمل ہے:

(۱) اختیار بمعنی ارادہ کسی چیز کی خواہش کرنا کسی کو چاہنا۔

(۲) اختیار بمعنی قدرت وطاقت۔

اور نزاع دوسرے معنی میں ہے نہ کہ پہلے معنی میں، کیونکہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ارادہ اور کسی چیز کی خواہش کرنا نہ تو خرق عادت ہے اور نہ ہی معجزہ و کرامت۔

سیالوی کے آیاتِ قرآنیہ سے دلائل پر ایک نظر

دلیل نمبر (۱)

وَ اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

(سورہ آل عمران آیت ۴۹)

ترجمہ: اور اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے۔الخ

(آفتاب ہدایت ص ۹۳)

:

سیالوی صاحب آپ کی پیش کردہ دلیل کو آپ کے باطل دعوے سے ذراسی مناسبت نہیں ہے، چہ جائیکہ تقریب تام ہو، کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ معجزہ مقدور نبی ہوتا ہے اور نبی معجزہ کے صادر کرنے پر اس طرح قادر ہوتا ہے جیسے افعال عادیہ پر قادر ہوتا ہے، جب چاہے جو چاہے کر دکھلائے، لیکن دونوں آیتوں میں آپ کے دعویٰ کی طرف اشارہ تک نہیں۔

کیونکہ دونوں آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بیان کیے گئے ہیں نہ یہ کہ معجزات ان کے قبضہ وقدرت میں تھے جب چاہتے صادر کرتے تھے۔

سیالوی صاحب معجزات یہ تھے کہ مادرزاد اندھوں کو بینائی ملنا برص کے مریضوں کو شفاء ملنا۔ مردوں کو حیات ملنا اور پرندوں کا حیات پا کر اڑنا اور یہ سب کام اللہ کے تھے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہوتا تھا یا مٹی کے پرندے بنا کر پھونک مارنا اور یہ معجزہ نہیں ہیں۔

اگر اکابر کی تفاسیر دیکھنے کی زحمت گوارا کر لیتے تو ان آیتوں کو دلیل میں پیش نہ کرتے۔

(۱) چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

ثُمَّ هَاهُنَا بَحْثٌ، وَهُوَ أَنَّهُ هَلْ يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ: إِنَّهُ تَعَالَى أَوْدَعَ فِي نَفْسِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ خَاصِّيَّةً، بِحَيْثُ مَتَى نَفَخَ فِي شَيْءٍ كَانَ نَفْخُهُ فِيهِ مُوجِبًا لِصَيْرُورَةِ ذَلِكَ الشَّيْءِ حَيًّا، أَوْ يُقَالُ: لَيْسَ الْأَمْرُ كَذَلِكَ بَلِ اللَّهُ تَعَالَى كَانَ يَخْلُقُ الْحَيَاةَ فِي ذَلِكَ الْجِسْمِ بِقُدْرَتِهِ عِنْدَ نَفْخَةِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيهِ عَلَى سَبِيلِ إِظْهَارِ الْمُعْجِزَاتِ، وَهَذَا الثَّانِي هُوَ الْحَقُّ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ [الْمُلْكِ: 2] وَحُكِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ فِي مُنَاظَرَتِهِ مَعَ الْمَلِكِ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ [الْبَقَرَةِ: 258] فَلَوْ حَصَلَ لِغَيْرِهِ هَذِهِ الصِّفَةُ لَبَطَلَ ذَلِكَ الِاسْتِدْلَالُ۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵۶، آل عمران آیت ۴۹)

ترجمہ: پھر یہاں پر ایک بحث ہے وہ یہ ہے کہ کیا یوں کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں ایک ایسی خاصیت رکھ دی تھی کہ جب وہ کسی چیز میں پھونک مارتے تو ان کا اس میں پھونک مارنا اس چیز کے لیے موجب زندگی ہو؟ یا کہا جائے کہ معاملہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس جسم میں زندگی پیدا کرتے تھے اپنی قدرت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس چیز میں پھونک مارنے کے وقت اظہار معجزات کے طریقے اور یہ دوسری بات ہی درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ الذی خلق الموت والحیاۃ اور حضرت ابراہیم سے حکایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بادشاہ کے ساتھ مناظرہ کے وقت کہا تھا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ پس اگر یہ صفت غیر اللہ میں ثابت ہو جائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ استدلال باطل ہو جائے گا۔

(۲) آگے لکھتے ہیں کہ:

وَإِنَّمَا ذَكَرَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذَا الْقَيْدَ إِزَالَةً لِلشُّبْهَةِ، وَتَنْبِيهًا عَلَى أَنِّي أَعْمَلُ هَذَا التَّصْوِيرَ. فَأَمَّا خَلْقُ الْحَيَاةِ فَهُوَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى سَبِيلِ إِظْهَارِ الْمُعْجِزَاتِ عَلَى يَدِ الرُّسُلِ۔

(ایضاً ص ۵۷)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شبہ کے ازالہ کے لیے اس قید کو ذکر کیا ہے اور اس

بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ میں تو یہ تصویر بناتا ہوں، رہا زندگی کا پیدا کرنا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، یہ دریں پر اظہار معجزات کے طریقے پر۔

(٣) آگے لکھتے ہیں کہ:

وَرُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رُبَّمَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ خَمْسُونَ أَلْفًا مِنَ الْمَرْضَى مَنْ أَطَاقَ مِنْهُمْ أَتَاهُ، وَمَنْ لَمْ يُطِقْ أَتَاهُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَمَا كَانَتْ مُدَاوَاتُهُ إِلَّا بِالدُّعَاءِ وَحْدَهُ.

قَالَ الْكَلْبِيُّ: كَانَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يُحْيِي الْأَمْوَاتَ بِيَا حيّ يا قيوم وأحيا عاذر، وَكَانَ صَدِيقًا لَهُ، وَدَعَا سَامَ بْنَ نُوحٍ مِنْ قَبْرِهِ، فَخَرَجَ حَيًّا، وَمَرَّ عَلَى ابْنِ مَيِّتٍ لِعَجُوزٍ فَدَعَا اللهَ، فَنَزَلَ عَنْ سَرِيرِهِ حَيًّا، وَرَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ وَوُلِدَ لَهُ، وَقَوْلُهُ بِإِذْنِ اللهِ رَفْعٌ لِتَوَهُّمِ مَنِ اعْتَقَدَ فِيهِ الإلهية۔ (ایضاً)

ترجمہ: روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جب پچاس ہزار مریض جمع ہوجاتے جو ان میں سے ان کے پاس آنے کی طاقت رکھتا تو وہ ان کے پاس آتے اور جو طاقت نہ رکھتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس آتے اور ان کا علاج صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا تھا۔ کلبی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو یاحیّ یاقیوم کے ساتھ زندہ کرتے تھے اور اپنے دوست عاذر کو زندہ کیا۔ اور بلایا سام بن نوح کو اس کی قبر سے بس وہ زندہ ہو کر نکل آیا۔ اور ایک بڑھیا کے مردہ بیٹے کے پاس گزرے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو وہ اپنی چارپائی سے زندہ ہو کر اترا اور اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ گیا۔ اور اس کا قول باذن اللہ اس شخص کے وہم کو دور کرنے کے لیے ہے جس نے ان میں الوہیت کا اعتقاد کیا۔

(٤) اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

وَإِنَّمَا أَعَادَ قَوْلَهُ بِإِذْنِي تَأْكِيدًا لِكَوْنِ ذَلِكَ وَاقِعًا بِقُدْرَةِ اللهِ تَعَالَى وَتَخْلِيقِهِ لَا بِقُدْرَةِ عِيسَى وَإِيجَادِهِ۔ (کبیر ج ١٢، ص ١٢٤، المائدہ آیت ١١٠)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قول باذنی کا اعادہ اس بات پر تاکید کے لیے کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی تخلیق سے واقع ہوا تھا نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدرت اور ایجاد سے۔

(٥) اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِإِذْنِي أَيْ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى مِنْ قُبُورِهِمْ أَحْيَاءً بِإِذْنِي أَيْ بِفِعْلِي ذٰلِكَ عِنْدَ دُعَائِكَ۔ (ایضا)

ترجمہ: یعنی جب تو مردوں کو ان کی قبروں سے زندہ نکالتا تھا میرے حکم سے یعنی میرے فعل کے ساتھ تیری دعا کرنے کے وقت۔

(۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

نبه به على ان احياء ه من الله تعالىٰ لا منه۔ (مظہری آل عمران ج دوم)

ترجمہ: تنبیہ کی اس کے ذریعے اس بات پر کہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے۔

(۷) چند سطور بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

كرر قوله باذن الله دفعاً لتوهم الالوهية فان الاحياء ليس من جنس الافعال البشرية۔(ایضاً)

ترجمہ: اپنے قول باذن اللہ کا تکرار الوہیت کے توہم کو دفع کرنے کے لیے کیا۔ کیونکہ زندہ کرنا افعال بشریہ کی جنس میں سے نہیں ہے۔

(۸) آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

فقال لاخته انطلقي بنا الى قبره فانطلقت معهم الى قبره فدعا الله فقام عاذر۔(ایضاً)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی بہن سے فرمایا کہ تو ہمیں اس کی قبر پر لے چل، پس وہ ان کے ساتھ اس کی قبر کی طرف گئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو عاذر کھڑا ہو گیا۔

(۹) آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

قال وهب بن منبه ربما اجتمع على عيسىٰ من المرضى فى اليوم الواحد خمسون الفامن اطاق ان يبلغه بلغه ومن لم يطق مشى اليه عيسىٰ وكان يدعو للمرضى۔

ترجمہ: وہب بن منبہ نے کہا کہ جب بھی ایک دن میں پچاس ہزار مریض حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کے پاس جمع ہو جاتے......تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریضوں کے لیے دعا کرتے تھے۔ (ایضاً)

(۱۰) اسی طرح مفتی بغداد خاتم المحققین علامہ محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں کہ:

وأشارَ بِذَلِكَ إلى أنَّ إحْياءَهُ مِنَ اللهِ تَعالى ولَكِنْ بِسَبَبِ النَّفْخِ. ولَيْسَ ذَلِكَ لِخُصُوصِيَّةٍ في عِيسى عَلَيْهِ السَّلامُ وهي تَكَوُّنُهُ مِن نَفْخِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلامُ، وهو رُوحٌ مَحْضٌ كَما قِيلَ بَلْ لَوْ شاءَ اللهُ تَعالى الإحْياءَ بِنَفْخِ أيِّ شَخْصٍ كانَ لَكانَ مِن غَيْرِ تَخَلُّفٍ ولا اِسْتِعْصاءٍ۔

(روح المعانی ج ۳ ص ۱۶۸)

ترجمہ: اور اشارہ کیا اس کے ساتھ اس بات کی طرف کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا لیکن پھونک مارنے کے سبب کے ساتھ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں خصوصیت نہیں تھی۔

(۱۱) چند سطور بعد لکھتے ہیں کہ:

وكانَ يُداوِيهِمْ بِالدُّعاءِ إلى اللهِ تَعالى بِشَرْطِ الإيمانِ۔ (ایضا)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریضوں کا علاج اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے کرتے ہیں ایمان کی شرط کے ساتھ۔

(۱۲) وقُيِّدَ الإحْياءُ بِالإذْنِ كَما فُعِلَ في الأوَّلِ لِأنَّهُ خارِقٌ عَظِيمٌ يَكادُ يُتَوَهَّمُ مِنهُ أُلُوهِيَّةُ فاعِلِهِ، لِأنَّهُ لَيْسَ مِن جِنْسِ أفْعالِ البَشَرِ وكانَ إحْياؤُهُ بِالدُّعاءِ وكانَ دُعاؤُهُ يا حَيُّ يا قَيُّومُ۔ (ایضاً)

ترجمہ: اور احیاء کو اذن کے ساتھ مقید کیا جیسا کہ پہلے میں کیا کیونکہ یہ خرق عظیم کام تھا، قریب تھا کہ اس کے فاعل کی الوہیت کا وہم کیا جاتا اس وجہ سے، کیونکہ زندہ کرنا افعال بشریہ کی جنس میں سے نہیں ہے اور ان کا زندہ کرنا دعاء کے ساتھ تھا اور ان کی دعا یاحیّ یاقیوم تھی۔

(۱۳) بریلوی حضرات کا معتمد علیہ علامہ صاوی لکھتے ہیں کہ:

(قوله لنفی توهم الالوهية فيه) ای فی عيسىٰ عليه السلام بهذا الوصف الذی لم يشارك الله فيه احد صورة فقوله بأذن الله رد عليهم فالمعنى

لو کان دلیلاً علی الالوھیة لکان باذنه۔(صاوی جلد ا ص ۱۵۵)

ترجمہ: اس کا قول ان میں الوہیت کے توہم کی نفی کے لیے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اس وصف کی وجہ سے جس میں اللہ کا صورةً بھی کوئی شریک نہیں ہے، پس باذن اللہ کے الفاظ ان پر رد ہے، پس معنیٰ یہ ہے کہ اگر یہ الوہیت کی دلیل ہوتی تو ان کے حکم سے ہوتا۔(نہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے، از ناقل)

(۱۴) علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ:

أَيْ: تَدْعُوهُمْ فَيَقُومُونَ مِنْ قُبُورِهِمْ بِإِذْنِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ، وَإِرَادَتِهِ وَمَشِيئَتِهِ.

وَقَدْ قَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ -يَعْنِي ابْنَ مُصَرِّف-عَنْ أَبِي بِشْر، عَنْ أَبِي الْهُذَيْلِ قَالَ: كَانَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، عَلَيْهِ السَّلَامُ، إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، يَقْرَأُ فِي الْأُولَى: ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾[سُورَةَ الْمُلْكِ]، وَفِي الثَّانِيَةِ: ﴿الم. تَنزيلُ الْكِتَابِ﴾

[سُورَةَ السَّجْدَةِ]. فَإِذَا فَرَغَ مِنْهُمَا مَدَحَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَا بِسَبْعَةِ أَسْمَاءَ: يَا قَدِيمُ، يَا خَفِيُّ، يَا دَائِمُ، يَا فَرْدُ، يَا وَتْرُ، يَا أَحَدُ، يَا صَمَدُ -وَكَانَ إِذَا أَصَابَتْهُ شِدَّةٌ دَعَا بِسَبْعَةٍ أُخَرَ: يَا حَيُّ، يَا قَيُّومُ، يَا اللهُ، يَا رَحْمَنُ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، يَا نُورَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، يَا رَبِّ.

(ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۵، مائدہ ۱۱۱۰)

ترجمہ: یعنی آپ انہیں بلاؤ وہ اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اللہ کے حکم سے اس کی قدرت سے اور اس کے ارادے اور اس کی مشیت سے، حضرت عیسیٰ بن مریم جب مردے زندہ کرنے کا ارادہ کرتے تو دو رکعتیں پڑھتے پہلی میں تبارک الذی بیدہ الملک اور دوسری میں الم تنزیل السجدہ پڑھتے۔ پھر جب اس سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے پھر سات ناموں سے دعا کرتے۔

قارئین کرام مذکورہ اکابر کی تفسیروں سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) پہلی تو یہ کہ مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ اللہ تعالیٰ کا کام تھا نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ طاقت و قدرت عطا کر دی تھی کہ جب چاہتے پرندہ بنا کر پھونک مار کر پرندوں میں زندگی ڈال کر اڑا دیتے۔

جیسا کہ امام رازی نے اس کا صاف انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں نہیں رکھی تھی، بلکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھونک مارتے تو اللہ تعالیٰ اس میں زندگی ڈال دیتے۔

اور پھر آگے یہ بھی فرمایا کہ اگر پرندوں وغیرہ کو زندہ کرنے کی صفت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کر دی تھی تو اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استدلال باطل ہو جائے گا کہ انہوں نے بادشاہ کے ساتھ مناظرہ کرتے وقت فرمایا تھا کہ میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے۔

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام تھا نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیونکہ زندہ کرنا یہ افعال بشریہ کی جنس سے نہیں۔

اور علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام تھا نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام تو پھونک مارنا تھا یہ ان کے اندر طاقت نہیں تھی کہ جب چاہتے پھونک مار کر زندہ کر دیتے، ہاں پھونک مارنا ان کا کام تھا اور معجزہ پھونک مارنے کو نہیں کہا جاتا بلکہ زندگی کا عطا کرنا یہ معجزہ ہے۔

اس طرح حافظ ابن کثیرؒ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مردوں کا زندہ ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت ارادے اور مشیت سے عطا ہوتا تھا۔

(۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب مردوں کو زندہ کرتے تھے یا مریضوں کو ٹھیک کرتے تھے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے، جیسا کہ تمام مفسرین نے یہ بات لکھی ہے۔

اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام دعا کرنا تھا اور زندگی اور شفاء وغیرہ عطاء کرنا اللہ تعالیٰ کا کام تھا اور یہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ دعا کرنا موافق عادت ہے نہ کہ خرق عادت کہ اس کو معجزہ کہا جائے۔

سیالوی صاحب اگر ہماری اور اکابر کی بات نہیں مانتے تو کم از کم اپنے مفتی کی بات مان لو۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے متعلق صاف لکھا ہے کہ:

''ہاتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا اور قدرت اللہ تعالیٰ کی تھی''۔

(توحید اور فرقہ بندی ص ۱۷ مفتی امین)

سیالوی صاحب یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ جن معجزات سے پہلے دعاء کرنی پڑے وہ معجزات تمہارے نزدیک غیر اختیاری ہوتے ہیں جیسا کہ تمہارے حکیم الامت نے لکھا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''بعض غیر اختیاری جن میں دعا کرنی پڑے جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مائدہ'' (تفسیر نعیمی ج ۷ ص ۲۴۰)

(۳) تیسری بات جس سے سیالوی کا ایک اعتراض دفع ہوتا ہے۔ سیالوی صاحب نے امام اہلسنت پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ یہاں پر باذن اللہ کا لفظ ہے اور جہاں پر باذن اللہ آجائے وہاں بندے کے کسب کا دخل نہیں ہوتا ہے۔ (آفتاب ہدایت ص ۹۴)

سیالوی صاحب نے خود ہی اعتراض کر کے اس کے جواب میں کئی صفحات سیاہ کر دیے ہیں، حالانکہ امام اہلسنت نے یہ تو فرمایا ہی نہیں کہ جہاں پر بھی باذن اللہ کا لفظ آئے گا وہاں پر بندے کے کسب کا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔

بلکہ انہوں نے تو یہ فرمایا ہے کہ:

''لفظ باذنی اور دوسرے مقام پر باذن اللہ بار بار محض اس لیے دہرایا گیا ہے کہ اگرچہ ان معجزات کا صدور تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوا تھا مگر ان کا کسب و اختیار کچھ نہ تھا''۔

(راہ ہدایت ص ۷۰)

امام اہل السنۃؒ نے اس جگہ کے متعلق فرمایا ہے کہ یہاں پر باذن اللہ کا لفظ اس لیے لایا گیا

ہے۔اور یہ بات انہوں نے بالکل درست فرمائی ہے جیسا کہ اکابر کی تفسیروں کے حوالہ جات پیچھے دیے جاچکے ہیں انہوں نے یہ بات فرمائی ہے کہ:

''باذن اللہ کا تکرار محض اس لیے کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ احیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے، کیونکہ احیاء بشر کے افعال کی جنس میں سے ہی نہیں ہے۔انہوں نے تو صاف اس چیز کا انکار کیا ہے''۔

لیکن رضاخانی حضرات پھر بھی اسی چیز کو اپنا عقیدہ بنائے بیٹھے ہیں۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ امام اہلسنت ؒ نے یہ بات کی ہی نہیں جس کو اعتراض بنا کر سیالوی صاحب نے کئی صفحات سیاہ کردیے ہیں تو اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔انہوں نے جتنی آیات پیش کی ہیں ہمارے خلاف نہیں ہیں اس لیے ہمیں ان کا جواب دینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ضرورت ہے تو سیالوی کے دماغ کے علاج کی!

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ اکابر کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ:

معجزات مقدورِ انبیاء نہیں ہوتے، جیسا کہ رضاخانی حضرات کا عقیدہ باطلہ ہے یوں نہیں تھا۔ سیالوی صاحب نے تفسیر عثمانی کی عبارت بھی پیش کی ہے، لیکن یہ نہیں بتلایا کہ اس تفسیر کو ان کے باطل مدّعا سے کیا واسطہ؟؟ انہوں نے تو محض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بتلائے ہیں کہ یہ معجزات ان کو ملے تھے اور اس میں اختلاف نہیں، اختلاف معجزہ کے مقدور ہونے میں ہے اور اس کا تفسیر میں ذکر نہیں۔

سیالوی ازالہ شبہ کا ازالہ:

سیالوی صاحب کہتے ہیں کہ:

(وہابی) کہتے ہیں کہ مارنا جلانا تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ کہنا کہ مردوں کو زندہ کرتے تھے یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے،اس سلسلہ میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ ان کو سوال اللہ سے کرنا چاہیئے یا عیسیٰ علیہ السلام سے کرنا چاہیئے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي اور دوسری جگہ ہے وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِإِذْنِ اللهِ۔

تو معاذ اللہ یہ غلط فرمارہے ہیں الخ (آفتاب ہدایت ص ۱۰۱)

:

سیالوی صاحب زندگی اور موت دینا اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں، آپ کا ہمیں کہنا کہ اللہ تعالیٰ سے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرو، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اذ تخرج الموتی اور دوسری جگہ ہے واحی الموتی باذن اللہ۔

سیالوی صاحب اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے، فتور ہے تمہاری عقل کا!

ان دونوں آیتوں کی تفسیر ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں، اکابر مفسرین نے یہ بات لکھی ہے کہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے۔

اور امام رازی نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ احیاء کی خاصیت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دے دی تھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ استدلال باطل ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے نمرود کے ساتھ مناظرہ کرتے وقت یہ فرمایا تھا کہ میرا رب زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اب تمہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور امام رازی سے سوال کرو کہ مارنا اور جلانا تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے ہی نہیں۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ دلیل نہیں دینی چاہئے تھی اور اسی طرح امام رازی سے سوال کرنا چاہیئے کہ جنہوں نے فرمایا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ زندگی دینے کی طاقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی تھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استدلال باطل ہو جائے گا۔

اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرو کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غلط استدلال کیا تھا تو آپ نے قرآن میں کیوں نازل فرمایا؟

سیالوی قابل توجہ نکتہ:

سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر احسان جتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اٰتینا عیسی ابن مریم البینٰت

اگر عیسیٰ علیہ السلام کو ان امور پر قدرت ہی حاصل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا مقامِ احسان میں اس کو ذکر کرنا کیسے صحیح ہے۔ الخ (آفتاب ہدایت ۱۰۸)

 :

سیالوی صاحب یہ بات تو آپ کو ان اکابر علماء سے پوچھنی چاہیئے جو یہ کہتے ہیں کہ معجزہ مقدورِ نبی نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ مقامِ احسان کی بات کم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ان معجزات کا ظہور رہوا۔

سیالوی صاحب کا ایک اور قابل توجہ نکتہ:

سیالوی صاحب سامری کا واقعہ لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''جب جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی زندگی پیدا کرنے کا سبب ہوسکتی ہے اگرچہ خلق اس زندگی کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی کما قال اللہ تعالیٰ خلق الموت والحیوۃ۔

پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایّدناہ بروح القدس، آپ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنے میں عمل دخل کیوں نہیں ہوسکتا۔''

(آفتاب ہدایت ص ۱۱۰)

 :

سیالوی صاحب اختلاف سبب میں نہیں مافوق السبب میں ہے اور یہ بات تم خود مان رہے ہو کہ مٹی زندگی پیدا کرنے کا سبب تھی اور خلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ سیالوی صاحب اسی طرح

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا پھونک وغیرہ مارنا سبب تھا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔اس سبب پر جو اثر مرتب ہوا وہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے نبی کا نہیں،اور اختلاف تم کو اسی میں ہے کہ زندہ وغیرہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام تھا۔

حالانکہ خود ہی کہتے ہو کہ مٹی سبب تھی خلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی اور آیت بھی پیش کی خلق الموت والحیاۃ۔

سیالوی صاحب پچھلے صفحات میں تو اس کا انکار کر رہے تھے کہ مارنا جلانا اللہ کا خاصہ نہیں ہے۔ اور یہاں اپنے ہی منہ پہ تھپڑ مار دیا!!......سچ ہے!!

دین جب جاتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

دوسری دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِيۡقًا فِى الۡبَحۡرِ يَبَسًا۔

ترجمہ: پھر ڈال دے ان کے لیے سمندر میں رستہ سوکھا۔(پ ۱۶)

:

سیالوی صاحب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عصا مارنے کا حکم دیا تھا اور عصا مارنا ماتحت الاسباب......کہ مافوق الاسباب۔اور عصا مارنا معجزہ نہیں تھا اور حکم اسی کا دیا گیا تھا۔

سیالوی صاحب معجزہ دریا میں بارہ راستوں کا بننا تھا اور یہ اللہ کا کام تھا نہ کہ حضرت موسیٰ کا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو راستوں کے بنانے کا حکم دیا تھا کہ جس سے تمہارا یہ بے ہودہ اعتراض ہو کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام معجزہ کے اظہار پر قادر ہی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ایسی بات کا حکم نہ دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسی بات کا حکم نہیں دیتا جس کے کرنے پر مامور قادر نہیں ہوتا۔

تیسری دلیل:

وَاتۡرُكِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا ؕ اِنَّهُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ۔(دخان پارہ ۲۵)

اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا البتہ وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں۔

:

سیالوی صاحب حضرت موسیٰ نے دریا پار کر کے چاہا کہ راستے ختم کر دیے جائیں اور یہ چاہنا معجزہ نہیں بلکہ معجزہ راستوں کا ملنا تھا اور راستوں کو ملانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی تھی نہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جیسا کہ مفسرین نے یہ بات لکھی ہے، چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں کہ: حتی تدخله القبط فاذا حصلوا فیه اطبقه الله علیهم۔ (کبیر ج ۲۷ ص ۲۳۶)

چوتھی دلیل:

سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

ترجمہ: اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔"

(آفتاب ہدایت ص ۱۱۲)

:

سیالوی صاحب آپ علیہ السلام نے خاک کی مٹھی پھینکی تھی، یہ ماتحت الاسباب تھا، کسب تھا اور یہ معجزہ نہیں ہے۔

بلکہ آپ علیہ السلام کے اس خاک کے پھینکنے کے اس ماتحت الاسباب کام کرنے کے بعد جو اس پر اثر مرتب ہوا یعنی تمام کافروں کی آنکھوں میں مٹی کا پڑنا یہ معجزہ تھا یہ مافوق الاسباب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کام تھا اور اختلاف بھی اسی میں ہے کہ ہر کافر کی آنکھ میں مٹی کا پہنچانا کس کا کام تھا؟

تم کہتے ہو کہ آپ علیہ السلام نے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس آیت سے یہی ہمارا موقف ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے لیے خاک پھینکنے کا اثبات بھی کیا اور نفی بھی کی۔ اثبات اس بات کا کہ آپ علیہ السلام نے خاک پھینکی تھی اور ہر کافر کی آنکھ میں اللہ تعالیٰ نے پہنچائی، اسی بات کی اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے نفی کی اور اپنے لیے اثبات کیا اور اس سے ہمارا ہی موقف ثابت ہوتا ہے نہ کہ تمہارا!!! اکابر مفسرین نے یہی فرمایا ہے:

(۱) علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ:

وقالَ بَعْضُ المُحَقِّقِينَ: إنَّهُ أثْبَتَ لَهُ صَلّى اللهُ تعالى عَلَيْهِ وسَلَّمَ الرَّمْيَ لِصُدُورِهِ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلاةُ والسَّلامُ ونَفى عَنْهُ لِأنَّ أثَرَهُ لَيْسَ في طاقَةِ البَشَرِ، ولِذا عُدَّ ذَلِكَ مُعْجِزَةً حَتّى كَأنَّهُ صَلّى اللهُ تعالى عَلَيْهِ وسَلَّمَ لا مَدْخَلَ لَهُ فِيهِ۔

(روح المعانی ج۹ ص ۱۶۵)

ترجمہ: اور بعض محققین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے رمی کا اثبات کیا آپ علیہ السلام سے صادر ہونے کی وجہ سے اور آپ علیہ السلام سے اس کی نفی کی، کیونکہ اس کا اثر بشر کی طاقت میں نہیں ہے اسی لیے اس کو معجزہ شمار کیا گیا ہے گویا کہ آپ علیہ السلام کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔

(۲) علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ:

فَأَوْصَلَ اللهُ تِلْكَ الْحَصْبَاءَ إِلَى أَعْيُنِ الْمُشْرِكِينَ، فَلَمْ يَبْقَ أَحَدٌ مِنْهُمْ إِلَّا نَالَهُ مِنْهَا مَا شَغَلَهُ عَنْ حَالِهِ، وَلِهَذَا قَالَ [تعالى](٥) ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ﴾ أَيْ: هُوَ الَّذِي بَلَّغَ ذَلِكَ إِلَيْهِمْ، وَكَبَتَهُمْ بِهَا لَا أَنْتَ۔(ابن کثیر ج۲ ص ۲۹۵)

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ نے یہ سنگریزے مشرکین کی آنکھوں تک پہنچادیے (ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی) یعنی وہ جوان تک پہنچے تھے اور ان کو ان کے ذریعے رسوا کیا تو اس کا فاعل آپ نہیں تھے۔

(۳) علامہ نسفی فرماتے ہیں کہ:

لِأنَّكَ لَوْ رَمَيْتَها لَما بَلَغَ أثَرُها إلّا ما يَبْلُغُهُ أثَرُ رَمْيِ البَشَرِ، ولَكِنَّها كانَتْ رَمْيَةَ اللهِ حَيْثُ أثَّرَتْ ذَلِكَ الأثَرَ العَظِيمَ۔ (نسفی جز ثانی)

ترجمہ: کیونکہ اگر آپ پھینکتے تو اس کا اثر وہیں تک پہنچتا جہاں تک بشر کے پھینکنے کا اثر پہنچتا ہے۔لیکن اللہ نے ان کو پھینکا اور یہ پھینکنا بہت سارا اثر کر گیا۔

(۴) فاوصلها الی اعینهم جمیعاً حتی انهزموا۔

(حاشیہ شیخ زادہ علی بیضاوی ج ۲ ص ۳۰۲)

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ نے ان سب کی آنکھوں تک ان کو پہنچا دیا حتی کہ وہ شکست کھا گئے۔

(۵) امام رازی فرماتے ہیں کہ:

وَما رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى يَعْنِي أَنَّ الْقَبْضَةَ مِنَ الْحَصْبَاءِ الَّتِي رَمَيْتَهَا، فَأَنْتَ مَا رَمَيْتَهَا فِي الْحَقِيقَةِ، لِأَنَّ رَمْيَكَ لَا يَبْلُغُ أَثَرُهُ إِلَّا مَا يَبْلُغُهُ رَمْيُ سَائِرِ الْبَشَرِ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَاهَا حَيْثُ نَفَّذَ أَجْزَاءَ ذٰلِكَ التُّرَابِ وَأَوْصَلَهَا إِلَى عُيُونِهِمْ، فَصُورَةُ الرَّمْيَةِ صَدَرَتْ مِنَ الرَّسُولِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَأَثَرُهَا إِنَّمَا صَدَرَ مِنَ اللّٰهِ۔ (کبیر ج ۱۵، ص ۱۳۹)

ترجمہ: پھر فرمایا (وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی) یعنی کنکریوں کی وہ مٹھی جو آپ نے پھینکی تھی تو درحقیقت آپ نے نہیں پھینکی تھی، کیونکہ آپ کے پھینکنے کا اثر تو وہیں تک جائے گا جہاں تک تمام انسانوں کے پھینکنے کا اثر جاتا ہے اور لیکن اللہ نے ان کو پھینکا بایں طور اس مٹی کے اجزاء پھیلا دیے اور ان کو ان کی آنکھوں تک پہنچا دیا اب پس صورۃً تو رمی آپ علیہ السلام سے صادر ہوئی لیکن اس کا اثر اللہ تعالیٰ سے صادر ہوا۔

(۶) ابن جریر فرماتے ہیں کہ:

اثبت الرمیۃ للرسول ﷺ لان صورتھا وجدت منہ علیہ السلام ونفاھا عنہ لان اثرھا فوق حد تاثیر القوی البشریۃ۔ (ابن جریر ج ۹ ص ۱۲۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے رمی کو رسول اللہ ﷺ کے لیے ثابت کیا کیونکہ صورۃً آپ علیہ السلام سے پائی گئی اور اس کی آپ علیہ السلام سے نفی کی کیونکہ اس کا اثر بشری طاقتوں کی تاثیر کی حد سے اوپر ہے۔

پانچویں دلیل:

پانچویں دلیل میں سیالوی صاحب نے حضرت آصف بن برخیا کی کرامت بیان کی سورۃ النحل

کی آیت پیش کی اور کہا کہ:

''جب امتی کی کرامت ارادہ اختیار سے ثابت ہو رہی ہے تو کیا ان کے نبی معاذ اللہ معجزہ صادر کرنے میں بے اختیار ہوں گے؟ (آفتاب ہدایت ص ۱۱۴)

جواب:

سیالوی صاحب کبھی کرامت کا ولی کے ارادے سے صادر ہونا اس میں اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف اس میں ہے کہ کیا کرامت ولی کے قبضہ قدرت میں ہے یا نہیں؟

بایں طور کہ جب چاہے جو چاہے خرق عادت کر دکھائے؟ اس آیت کے تحت مفسرین کرام نے جو تحریر فرمایا ہے اس کو بھی دیکھنے کی کبھی زحمت فرمائی ہے؟ تاکہ عقل ٹھکانے آجاتی۔

اکابر مفسرین نے یہ بات لکھی ہے کہ حضرت آصف بن برخیا اس وقت کھڑے ہوئے وضو فرمایا اور اسم اعظم کے ساتھ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ تخت وہاں لا کر رکھ دیا۔

(۱) چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ:

وَظَاهِرُهُ يَقْتَضِي أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ الْمُعْجِزُ قَدْ أَظْهَرَهُ اللهُ تَعَالَى بِدُعَاءِ سُلَيْمَانَ۔ (کبیر)

(۱) ترجمہ: ظاہر آیت کا اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ معجزہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے ظاہر کیا تھا۔

(۲) قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ:

ودعا آصف فبعث الله الملئكة فحملوا السرير تحت الارض تخد خدا في تخرقت الارض بالسرير بين يدى سليمان۔ (مظہری ج ۷ ص ۱۱۶)

(۲) اور آصف نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو بھیجا تو زمین کو پھاڑتے ہوئے زمین کے نیچے سے تخت کو حضرت سلیمان کے سامنے لائے۔

(۳) آگے فرماتے ہیں کہ:

واحضاره ثمه من المعجزات التي لايقدر عليها غير الله ولا يظهر

الاعلی ایدی الانبیاء علیھم السلام ۔(ایضاًص ۱۱۸)

(۳) اور تخت کا وہاں ظاہر کرنا ان معجزات میں سے ہے جن پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی قادر نہیں ہے اور ظاہر نہیں ہوتا مگر انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر۔

(۴) تفسیر صاوی میں ہے:

ای بحمل الملئکة له لامر الله لهم بذالك ۔(ج ۳ ص ۱۹۷)

ترجمہ: یعنی فرشتوں کے اس کو اٹھانے کے ساتھ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم دیا تھا۔

سیالوی صاحب جس معجزہ میں دعا کی جائے تو وہ تمہارے نزدیک اختیاری نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تمہارے حکیم الامت نے نعیمی میں لکھا ہے۔

تو پھر جس کرامت میں دعا کرنی پڑے تو وہ کرامت بطریق اولیٰ غیر اختیاری ہوگی۔

اور شیخ الاسلام کی عبارت کو تمہارے مدعا سے کوئی مناسبت نہیں ہے، کیونکہ ان کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کو دکھانا چاہتے تھے کہ وہ صرف بادشاہ ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت بھی عطا کی ہے اور ان کے ہاتھ پر معجزات بھی ظاہر کیے ہیں اور بے شک معجزہ مافوق العادت باطنی طاقت ہے، لیکن ہے اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں!!

کیونکہ شیخ الاسلام صاحب کا عقیدہ رضاخانیوں کی طرح باطل عقیدہ نہیں تھا چنانچہ وہ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''یاد رکھو جس چیز کا نام ہم معجزہ رکھتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فعل ہے جو اس کی عام عادت کے گو خلاف ہوتا ہے مگر عادت خاصہ کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے موافق ہوتا ہے''۔
> (خوارق عادت ص ۳۱)

اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

> ''یاد رکھیے کہ معجزہ خدا کا فعل ہوتا ہے اس کو نبی کا فعل سمجھنا سخت غلطی ہے''۔(ایضاً)
> (بحوالہ راہ ہدایت)

اسی طرح مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے کہ قوت سے مراد کرامت ہے نہ یہ کہ جو تم نے سمجھا ہے، کیونکہ وہ خود یہ فرماتے ہیں کہ:

''مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں کیونکہ وہ فعل پیدا کیا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہے صرف ولی کے ہاتھ پر اس کا ظہور ہو گیا ہے''۔ (بوادر النوادر ص ۷۹)

نیز سیالوی صاحب آپ کے اعلیٰ حضرت کے شاگرد نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اس سے آپ کا مدعا یہ تھا کہ اس کا تخت حاضر کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ دکھا دیں۔'' (خزائن العرفان)

نیز لکھتے ہیں کہ:

''حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا لاؤ! حاضر کرو! آصف نے عرض کیا آپ نبی ابن نبی ہیں اور جو رتبہ بارگاہ الٰہی میں آپ کو حاصل ہے، یہاں کس کو میسر ہے آپ دعا کریں تو وہ آپ کے پاس ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو اور دعا کی اسی وقت تخت زمین کے نیچے سے چل کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے قریب نمودار ہوا''۔ (خزائن العرفان)

اگر اب بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو غنیۃ الطالبین کا مطالعہ فرمائیں جہاں تفصیل سے لکھا ہے کہ انہوں دعا کی تو خدا نے تخت ظاہر کر دیا۔

چھٹی دلیل:

سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ-اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ○فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ○(ص)

ترجمہ: اے میرے رب میرا قصور معاف کر دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں سو ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے نرمی سے چلتی۔

 :

سیالوی صاحب اس آیت میں کہیں یہ بات ہے کہ معجزہ مقدورِ نبی ہوتا ہے، معجزہ نبی کے قبضہ

قدرت میں ہوتا ہے کہ جب چاہے جو چاہے مافوق العادت کام کر دے جب یہ بات نہیں ہے تو پھر اس سے صرف تمہارے ہی بے سمجھ حواری دھوکا کھا سکتے ہیں ورنہ اہل سنت حق و باطل پرکھنے کی سمجھ رکھتے ہیں۔

اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت دی، جو مال و دولت دیا تھا، اس میں سے جس کو جو چاہیں دیں اور یہ ماتحت الاسباب ہے، اس میں نزاع نہیں ہے۔

معجزہ کے مقدورِ انبیاء ہونے پر احادیث سے استدلال کا جواب

قارئین کرام! سیالوی صاحب نے معجزہ کے مقدورِ انبیاء ہونے پر (۱۶) احادیث پیش کی ہیں، لیکن کسی ایک حدیث میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ معجزہ نبی کے قبضہ قدرت میں ہوتا ہے کہ جب چاہیں جو چاہیں مافوق العادت کام کر دکھائیں۔

سیالوی صاحب دعویٰ کو سامنے رکھ کر دلیل دیں دعویٰ کچھ ہے اور دلیل کچھ۔

سیالوی صاحب دعا کرنا، کسی کام کو چاہنا ارادہ کرنا یہ معجزہ نہیں ہیں، جو کہ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ سیالوی نے بھی اکثر جگہ ارادہ کا ہی لفظ لکھا ہے، بلکہ معجزہ اس کے بعد جو اثر مرتب ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں اور یہ بات کسی حدیث میں نہیں ہے اور نہ ہی کسی معتبر شارح نے ان حدیثوں کی تشریح میں یہ بات لکھی ہے کہ معجزہ مقدورِ نبی ہوتا ہے۔

اگر ایسی بات ہوتی تو سیالوی صاحب ضرور پیش کرتے۔

ایک اور سیالوی دلیل:

سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ:

ان الکرامة قد تقع من الولی باختیارہ وطلبہ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۸۳)

کذا فی ارشاد الساوی ج ۷ ص ۳۹۴ مزید تسلی کے لیے ہم امام قسطلانی کی اصل عبارت پیش

کرتے ہیں۔

وفی ھذا اثبات کرامات الاولیاء ووقوع ذالك لھم باختیارھم وطلبھم ۔ آگے فتح الباری شرح مسلم للنووی کا بھی حوالہ دیا ہے۔(آفتاب ہدایت ص۱۳۵،۳۶)

:

سیالوی صاحب یہ بات ہم نے شروع میں ہی لکھ دی تھی کہ لفظ اختیار دو معنیٰ میں مستعمل ہے:
(۱) بمعنی قدرت، (۲) بمعنی ارادہ، کسی چیز کی خواہش کرنا۔

ان کتب کے اندر جو لفظ اختیار ہے اس کا یہی معنیٰ ہے کہ اولیاء ارادہ کرتے ہیں چاہتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کرامت ظاہر کر دیتا ہے اور طلبھم جو آ رہا ہے اس سے مزید اسی معنیٰ کی تائید ہوتی ہے۔

رضاخانی حضرات اگر ہماری بات نہیں مانتے تو ہم پھر انہی کے گھر سے منوا دیتے ہیں۔

چنانچہ میاں شیر محمد شرقپوری صاحب کے ملفوظات کی کتاب ہے، اس میں لکھا ہے کہ:

''کرامات کا ظہور دو وجہ سے ہوا کرتا ہے اول اضطراری کہ ظاہری وجود سے کوئی امر عارف کی ذات پاک کے لیے باعثِ اضطرار ہو جاتا ہے اور اس اضطرار میں کرامت کا ظہور محض من جانب اللہ ہو جاتا ہے، جس میں عارف کی ذات کو دخل تک نہیں ہوتا ہے۔

دوئم اختیاری کہ عارف کی ذات خود بخود ایک امر ناممکن الوجود کی خواہش پر اتر آتی ہے۔ اور اس کی حقیقت جامعہ اس امر ناممکن الوقوع میں منہمک ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ ذات باری عزاسمہ اس کو وقوع اور روجود کا جامعہ پہنا دیتی ہے۔ اور خلق اللہ پر اپنے اولیاء کی ایک حجّت قائم فرماتی ہے''۔ (خزینہ معرفت ص۳۳۸)

سیالوی کا علماء کی عبارات سے استدلالات اور ان کے جوابات

سیالوی صاحب نے مختلف علماء کرام کی عبارات پیش کی ہیں جن میں یہ بات ہے کہ معجزہ و کرامت انبیاء و اولیاء کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں۔

شرح عقائد یا الکرامات ۱۳۸ پر شرح مقاصد کا ص ۱۴۳ پر اشعۃ اللمعات کا ۱۵۴ پر تکمیل الایمان ۱۵۵ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔

:

سیالوی صاحب ان تمام عبارات میں ارادہ کا ذکر ہے ان سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ وکرامت نبی وولی کے ارادہ سے کبھی ظاہر ہوتا ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے۔

سیالوی صاحب ایک عجیب خبط میں مبتلا ہیں کہ جہاں پر بھی ارادہ کا لفظ آتا ہے اس سے معجزہ وکرامت کے اختیاری ہونے پر استدلال کرتے ہیں، حالانکہ کسی چیز کا ارادہ کرنا اور کسی چیز پر قادر ہونا ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ بارش ہو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بارش برسا دیتا ہے، تو کیا اب یوں کہا جائے گا کہ بارش ہمارے قبضہ قدرت اختیار میں ہے جب چاہیں برسا دیں جب نہ چاہیں نہ برسائیں؟؟ اور یہ بات نہیں کرے گا مگر پاگل!!

کسی شخص کی اولاد نہیں ہوتی، اس کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ اولاد ہو جاتی، لیکن کئی سال گزر گئے ایسا نہیں ہوا، پھر اچانک اللہ تعالیٰ اسے اولاد دیتا ہے تو اب سیالوی صاحب اس کے معتقد ہو جائیں گے کہ یہ آدمی تو اولاد دینے پر بھی قادر ہے، تو کیا اب اسی سے اولاد مانگنا شروع کر دو، بلکہ ہر کام میں اسی کو پکارو، یہ سب کچھ کر سکتا ہے؟؟ خدا تعالیٰ ہدایت دے!!

عقلمند کے لیے اتنا ہی کافی ہے!!

سیالوی صاحب کی ایک اور دلیل:

سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”حضرت اپنی کتاب شرح مواقف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کی قدرت سے صادر ہوتا ہے اور یہی صحیح بات ہے۔ (شرح مواقف ص ۶۶۶)

اس کا جواب امام اہلسنت نے دیا تھا کہ معجزہ کا مقدورِ نبی ہونا اور بات ہے اور مقدورِ نبی

میں معجزہ کا تحقق اور چیز ہے۔(راہ ہدایت)

سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ

''ہم نے سرفراز کی اس مہمل عبارت کو بار بار غور سے پڑھا،لیکن ہمیں ان کے اس مہمل کلام کی کوئی سمجھ نہ آئی ہمیں بے ساختہ یہ شعر یاد آیا ؂

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

(آفتاب ہدایت ص ۱۴۰)

:

سیالوی صاحب! اگر آپ کو امام اہل السنۃ ؒ کی تحریر سمجھ نہیں آئی تو اس میں امام اہل السنۃ ؒ کا کیا قصور ہے؟ قصور فتور آپ کی عقل کا ہے کہ اگر خود سمجھ نہیں آئی تو کسی اور سے سمجھ لیتے، گھر بیٹھے بیٹھے امام اہل السنۃ ؒ کو سبّ وشتم کرنا شروع کر دینا یہ تو عقل و دانش کی بات نہیں!!

سیالوی صاحب معجزہ کا مقدورِ نبی ہونا، اس کا مطلب وہی ہے جو کہ تمہارا باطل عقیدہ ہے کہ جب چاہے جو چاہے خرقِ عادت کام کر دے۔

جبکہ مقدورِ نبی میں معجزہ کا تحقق کی وضاحت ہم مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب ؒ کی عبارت سے کر دیتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

> ''مولوی اسمٰعیل صاحب کا کہنا حق ہے اور سب ان کے موافق ہیں کوئی ان کے مخالف نہیں، عبارت مواقف و مقاصد بھی ان کے موافق ہے، مولوی اسماعیل صاحب قدرت کلیہ کے منکر ہیں کہ قدرت دے کر متصرف کر دیویں، جیسا دیگر افعال اختیاریہ کی قدرت ہے کہ عادتِ الٰہی ہے جب قصد کرے ویسا ہی ہو جاوے تصرفات میں یہ نہیں، جیسا ملکہ نے کلکٹر کو اختیار دیکر متصرف بنا دیا۔ سو افعالِ اختیاریہ میں عادۃً تصرف ہوتا ہے ظاہراً اور فعل حق تعالیٰ کا مخفی ہے۔ اور معجزات و تصرفات میں ظاہر بھی عجز ہے۔ مثل قلم کے مگر جزئیہ قدرت محدود اس فعل تک نبی وولی میں ہوتی ہے۔ کہ وہ عالم اس امر کا ہے کہ مجھ سے یہ امر صادر کراتے ہیں اور مجھ کو قصداً اس

فعل کے کرنے کا حکم ہے بس قلم جیسی حرکت ہوئی مگر قلم علم سے عاری ہے نبی کو علم وارادہ توجہ بھی ہوتا ہے۔ اس علم وتوجہ کو اختیار جزئی سے تعبیر کرتا ہوں۔ سو اس کا اثبات شرح مواقف ومقاصد میں ہے۔ اور کلام مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم و دیگر علماء اس کا انکار نہیں کرتے، بلکہ قدرت دے کر فارغ ہونا کہ مثل قدرت دیگر افعال کے عادۃ کہ وقت قصد کے جب چاہیں کرلیا کریں کہ جس کو اختیار کلی وقدرت کلیہ کہتا ہوں، اس کا انکار ہے، پس یہ تو اصل مراد ہے"۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۷)

یعنی کرامت ومعجزہ کے صدور میں علم وارادہ وتوجہ جو کبھی ہوتی ہے اس کو اختیار وقدرت جزئی کہتے ہیں۔ اب بھی سمجھ نہ آئے تو پھر بھی ہم سمجھانے کے لیے حاضر ہیں۔

تکوین، تصرّف کے الفاظ کی وضاحت:

سیالوی صاحب نے بہت سی ایسی عبارات پیش کی ہیں جن میں تصرف اور تکوین کے الفاظ آئے ہیں اور پھر ان سے معجزہ وکرامات کے مقدورِ انبیاء واولیاء ہونے پر استدلال کیا ہے۔

:

سیالوی صاحب ان عبارات میں تصرف اور تکوین کے الفاظ آئے ہیں جن سے مراد کرامت ہے اور اس میں نزاع نہیں ہے کہ کرامات اولیاء اللہ سے صادر ہوتی ہیں یا نہیں۔

بلکہ نزاع اس میں ہے کہ کیا اولیاء اللہ جب چاہیں جو چاہیں خرقِ عادت کام کر دکھائیں افعالِ عادیہ کی طرح؟ اور اس بات کا ان میں اشارہ تک نہیں۔

اسی طرح ردالمحتار میں جو یہ ہے کہ خرقِ عادات امور پر قدرت عطا فرمائی، اس سے بھی یہی مراد ہے کہ ان کو کرامات عطا فرمائیں۔ یا جزوئی قدرت واختیار جو ہم پچھلے جواب میں عرض کر چکے۔

فوائد عثمانیہ کی جو عبارات نقل کیں، ان میں بھی کسی میں یہ بات نہیں ہے کہ معجزہ وکرامت ولی کے اختیار میں ہوتا ہے، بلکہ ان میں تو کرامات بیان کی گئی ہیں اور اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔

تصرف وتکوین سے مراد کرامت ہے، اس پر دلائل ملاحظہ کریں۔

(۱) چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''پھر کبھی اس ولی کی طرف تکوین منسوب کر دی جاتی ہے سو باذن اللہ جس چیز کی حاجت محسوس ہوتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے''۔(فتوح الغیب مقالہ ۴۶ ص ۸۰)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ التکوین کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

''اس کی طرف اشیاء کا پیدا کرنا اور اکوان کے اندر تصرف کرنا سپرد کر دیا جاتا ہے یعنی خرقِ عادت اور کرامت اس کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے''۔(بحوالہ راہِ ہدایت)

(۲) علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں کہ:

''جہانوں اور اکوان میں مختلف قسم کی کرامات سے تصرفات کرتے ہیں۔''

(مقدمہ ابن خلدون ص ۴۷۴ بحوالہ راہ ہدایت)

خود بریلوی حضرات کو بھی اس بات کا اعتراف ہے، چنانچہ ایک بریلوی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''تصرف لغت میں ہیر پھیر کو کہتے ہیں اور اصطلاحِ صوفیاء کرام میں کائنات کی چیزوں میں ایسی تبدیلی کرنا جس کے لیے اس وقت وہ چیز فطرۃً و عادۃً تیار نہ تھی، تصرف درحقیقت کرامت کا سرچشمہ ہے یا کرامت کا تخم، جس کو ثمرۂ کرامت سے تعبیر کیا جائے گا۔''

(خزینہ معرفت ص ۳۵۰)

لہٰذا جہاں تصرف و تکوین کا اثبات ہوگا تو اس سے صرف کرامت کا اثبات ہوگا۔
نہ یہ کہ کرامت نزاعی معنیٰ میں ولی کے اختیار میں ہوتی ہے۔

غلام صاحب کے لیے ایک تحفہ:

غلام صاحب لکھتے ہیں کہ جو شخص اس عقیدہ (مختارِ کل) میں اہل سنّت سے اختلاف کرے ہم اس کو کافر یا گمراہ قرار نہیں دیتے۔''(آفتاب ہدایت ص ۳)

اسی طرح ایک اور جگہ بھی سیالوی صاحب نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کو بعض چیزوں پہ اختیار حاصل نہیں ہے۔(آفتاب ہدایت ص ۱۷۲)

جبکہ بریلوی سلطان الواعظین مولوی ابوالنور محمد بشیر صاحب کہتے ہیں کہ:

''بھائیوں کبھی یہ خیال تک نہ لانا کہ ہمارے حضور کے پاس فلاں نعمت نہ تھی اور فلاں چیز

آپ نہیں دے سکتے یہ تو گستاخانہ عقیدہ ہے"۔(آنا جانا نور کا ص ۱۰۲)

قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ سیالوی کا عقیدہ گستاخانہ عقیدہ ہے اور پھر جس کا گستاخانہ عقیدہ ہو اس پر کیا حکم ہے؟ یہ تو ہر کسی کو معلوم ہے!!

سیالوی صاحب کے لیے ایک اور ہدیہ:

ایک بریلوی مولوی سید مزمّل حسین کاظمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"معجزہ وکرامت میں نبی ولی کو کچھ اختیار نہیں ہوتا یہ صرف خدا تعالیٰ کی قدرت ومشیت پر موقوف ہے، حقیقت میں یہ لوگ بھی منکرین معجزات وکرامات دھریوں اور جبریوں کی طرح ہیں۔" (سعودی تفسیر پر ایک نظر ص ۲۶۱۔۲۶۰)

قارئین یہ فتویٰ سیدھا جا لگا غلام کے سر، کیونکہ غلام تو اس عقیدہ کے مخالف کو گمراہ بھی نہیں کہتا جبکہ یہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ یہ لوگ منکرین معجزات کی طرح ہیں۔

امام رازی رحمہ اللہ کا معجزات کے متعلّق عقیدہ:

قارئین کرام! مختلف جگہوں میں پہلے بھی امام رازی کی درجن سے زائد عبارات پیش کر چکے ہیں، جو اس بات پر صراحۃ دال ہیں کہ معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا، ان کو وہیں ملاحظہ کریں۔ مزید ہم ان کی ایک دو عبارت پیش کرتے ہیں، چنانچہ امام رازیؒ معجزہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ الْمُعْجِزَةَ فِعْلٌ خَارِقٌ لِلْعَادَةِ فَعَلَهُ فَاعِلُهُ لِغَرَضِ تَصْدِيقِ الْمُدَّعِي۔ (کبیر جلد ۲۱ ص ۶۶)

ترجمہ: بے شک معجزہ عادت کے خلاف وہ فعل ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ مدعیٰ کی تصدیق کی غرض سے کرتا ہے۔

امام رازی کا معجزہ کی اس طرح تعریف کرنا اس بات پر صراحۃ دلالت کر رہا ہے کہ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو مدعی نبوت کی تصدیق کے لیے کرتا ہے اور یہاں پر فاعلہ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ مدعی، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ مراد نہ ہوتا تو عبارت یوں ہونی چاہیئے تھی

فاعله لغرض تصدیقه نہ کہ لغرض تصدیق المدعی۔

اور اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ آگے امام رازی فرماتے ہیں کہ:

وَمُعْجِزَاتُ مُوسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَتْ مَوْصُوفَةً/ بِهَذَيْنِ الْوَصْفَيْنِ لِأَنَّهَا كَانَتْ أَفْعَالًا خَارِقَةً لِلْعَادَةِ وَصَرَائِحُ الْعُقُولِ تَشْهَدُ بِأَنَّ قَلْبَ الْعَصَا حَيَّةً مُعْجِزَةٌ عَظِيمَةٌ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا إِلَّا اللهُ ثُمَّ إِنَّ تِلْكَ الْحَيَّةَ تَلَقَّفَتْ حِبَالَ السَّحَرَةِ وَعِصِيَّهُمْ عَلَى كَثْرَتِهَا ثُمَّ عَادَتْ عَصًا كَمَا كَانَتْ فَأَصْنَافُ تِلْكَ الْأَفْعَالِ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا أَحَدٌ إِلَّا اللهُ۔ (ایضاً)

ترجمہ: اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ان دونوں وصفوں کے ساتھ موصوف تھے، کیونکہ یہ ایسے افعال ہیں جو عادت کے خلاف نہیں اور عقول اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ لاٹھی کا سانپ بننا ایسا بڑا معجزہ ہے جس پر اللہ کے علاوہ کوئی بھی قادر نہیں ہے، پھر وہ سانپ جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو ان کی کثرت کے باوجود نگل گیا، پھر لاٹھی بن گیا جیسا کہ وہ پہلے تھی، پس اس قسم کے افعال پر اللہ کے علاوہ کوئی بھی قادر نہیں ہے۔

امام رازی کا یہ فرمان کہ معجزات پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی قادر نہیں ہے، ہمارے مدّعا پر صراحۃً دلالت کر رہا ہے۔

اس طرح آگے فرماتے ہیں کہ:

وَاعْلَمْ أَنَّ فِرْعَوْنَ لَمَّا وَصَفَ مُوسَى بِكَوْنِهِ مَسْحُورًا أَجَابَهُ مُوسَى بِأَنَّكَ مَثْبُورٌ يَعْنِي هَذِهِ الْآيَاتُ ظَاهِرَةٌ وَهَذِهِ الْمُعْجِزَاتُ قَاهِرَةٌ وَلَا يَرْتَابُ الْعَاقِلُ فِي أَنَّهَا مِنْ عِنْدِ اللهِ وَفِي أَنَّهُ تَعَالَى إِنَّمَا أَظْهَرَهَا لِأَجْلِ تَصْدِيقِي۔ (ایضاً)

ترجمہ: معلوم ہونا چاہیئے کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مسحور ہونے سے موصوف کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جواب دیا کہ تو ملعون ہے، یعنی یہ معجزات ظاہر ہیں اور قاہر ہیں اور عاقل اس بات میں شک نہیں کرے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق کے لیے ان کو ظاہر کیا ہے۔

اسی طرح آگے فرماتے ہیں کہ:

أَمَّا أَصْحَابُنَا فَإِنَّهُمْ لَمَّا اعْتَقَدُوا أَنَّهُ لَا مُوجِدَ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى لَا جَرَمَ جَزَمُوا أَنَّ الْمُحْدِثَ لِهٰذِهِ الْأَفْعَالِ الْخَارِقَةِ لِلْعَادَاتِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى. فَلَا جَرَمَ أَمْكَنَهُمُ الِاسْتِدْلَالُ بِظُهُورِهَا على يدل الْمُدَّعِي عَلَى كَوْنِهِ صَادِقًا۔ (کبیر ج۳ ص ۹۴)

ترجمہ: بہرحال ہمارے اصحاب نے جب اس بات کا اعتقاد کرلیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی موجد نہیں ہے تو یقیناً انہوں نے اس بات کا قطعی طور پر فیصلہ کرلیا کہ ان افعال کا محدث جو عادات کے خلاف ہیں اللہ تعالیٰ ہے۔

اسلاف کے دیگر حوالے:

شرح عقائد کے حاشیہ نبراس میں لکھا ہے کہ:

(۱) ان الخارق فعل اللہ تعالیٰ یخلقہ لاظہار صدق النبی۔(ص ۸۰)

ترجمہ: بے شک خلافِ عادت کام اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، جس کو اظہار صدق نبی کے لیے پیدا کرتا ہے۔

(۲) ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:

اعلم ان شرائط المعجزۃ عددھا سبعاً الاوّل ان یکون فعل اللہ او یقوم مقامہ من الترك۔ (ایضاً ص ۸۰)

ترجمہ: تو جان لے کہ بے شک معجزہ کی سات شرطیں ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہو یا اس کے قائم مقام ترک میں سے ہو۔

(۳) ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:

کاحیاء الموتی وقلب العصا حیة وانشقاق القمر مما لا یمکن ان یفعله احد الا الله تعالیٰ فیکون ذالك علی ید النبیﷺ من فعل الله تعالیٰ۔ (ایضاً ص ۴۳۰)

ترجمہ: جیسے مردوں کا زندہ کرنا لاٹھی کا سانپ بننا اور چاند کا پھٹنا ان افعال میں سے ہے کہ جن کا کرنا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے ممکن ہی نہیں، پس یہ افعال نبی کے ہاتھ پہ اللہ تعالیٰ

کے فعل کی وجہ سے صادر ہوں گے۔

(۴) ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:

واعلم ان لمن ينكر النبوة شبهات في دلالة المعجزة على صدق النبي قال اولى انه يحتمل ان يكون المعجزة فعلا للرسول لا فعلا للحق تعالىٰ وانما يقدر عليها مع عجز غيره عنها اما لان نفسه مخالفة لسائر النفوس في الماهية او لان في مزاجه خاصية فيصدر عنه مالا يقدر عن غيره۔

آگے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ:

ولا يقدح في ذالك العلم احتمال كون المعجزة من غير الله تعالىٰ كالنبي او ملك او شيطان۔ (شرح عقائد ص ۴۳۴،۳۵)

ترجمہ: اور تو جان لے کہ نبی کے صدق پر معجزہ کی دلالت کرنے پر منکرین نبوت کے کئی شبہات ہیں، پہلا شبہ یہ ہے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ معجزہ رسول کا فعل ہو نہ کہ حق تعالیٰ کا اور وہ ان افعال پر قادر ہو باوجود اس کے کہ اس کے غیر ان افعال سے عاجز ہوں یا تو اس وجہ سے کہ اس کا نفس تمام نفوس کے ماہیت میں مخالف ہے اور یا اس وجہ سے کہ اس کی طبیعت میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے یہ افعال اس سے صادر ہوں جن پر غیر قادر نہیں ہیں۔

اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ:

ان لا موثر في الوجود الا الله فالمعجز لا يكون الا فعلا له لا للمدعى والساحر ونحوها۔ (نبراس ص ۴۳۵)

ترجمہ: بے شک موثر فی الوجود اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں ہے، پس معجزہ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوگا نہ کہ مدعی اور جادوگر وغیرہ کا۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(وضرب) اى نوع من المعجزة (هو خارج عن قدرتهم) اى حتى بالقوة (فلم يقدروا على الاتيان بمثله) اى بالكلية (كاحياء الموتى) اى ليس من جنس افعال البشر ولا الملك، واما احياء هم بدعاء عيسىٰ

معجزۃ لہ فانما کان من اللہ تعالیٰ لا منہ بدلیل قولہ تعالیٰ واحی الموتی باذن اللہ۔

(شرح شفاء ج ص ۴۵۹)

ترجمہ: اور ایک قسم معجزہ کی وہ ہے جو ان کی قدرت ہی سے خارج ہے یہاں تک کہ بالقوۃ بھی۔ پس وہ اس کی مثل کے لانے پر قادر نہیں ہوں گے، بالکل جیسے مردوں کو زندہ کرنا، یعنی افعالِ بشر کی جنس میں سے نہیں ہے اور نہ فرشتوں کے افعال کی جنس سے۔ رہا ان کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰ کی دعا کے ساتھ تو وہ ان کا معجزہ تھا، وہ تو اللہ کی طرف سے تھا نہ کہ حضرت عیسیٰ کی طرف سے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے واحی الموتی باذن اللہ۔

ملّا علی قاری صاحبؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

معجزہ عجز سے مشتق ہے جو قدرت کی ضد ہے اور تحقیقی بات صرف یہ ہے کہ معجزہ وہ ہے جو غیر کے اندر عجز کا فعل پیدا کرے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ مقدس ہے۔

(مرقاۃ ہامش مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳۰)

قاضی ابو بکر بن الطیب الباقلانیؒ لکھتے ہیں کہ:

معجزہ جو صدق نبی ﷺ پر دلالت کرے اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ بندوں کی قدرت کے تحت داخل ہے، بلکہ معجزہ کی قدرت پر صرف اللہ ہی منفرد ہے۔

(اعجاز القرآن بر ہامش اتقان ج ۲ ص ۱۸۶)

سید احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں کہ:

مخلوق کو حق تعالیٰ کی راہ دکھانے کی کوشش کرو، کرامتوں اور خلافِ عادات امور کی خواہش نہ کرو، اس لیے کہ اولیاء کرامات کو اس طرح چھپاتے ہیں جیسے عورت حیض کو چھپاتی ہے۔ (البرہان المویدص ۱۲۷)

اگر رضا خانی حضرات کو حیض سمجھ آ جاتا تب بھی مسئلہ سمجھ میں آ جاتا، لیکن سمجھنے کے لیے عقل چاہیئے۔

"معجزہ کو اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر فرماتا ہے بغیر اس کے کہ اس میں نبی ﷺ کے ارادہ، عمل اور قدرت کا کوئی دخل ہو، بلکہ نبی کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا طریقہ کون سا

ہے۔اگرچہ وہ اس کی دعایا اشارہ سے ظاہر ہوتا ہے جیسے شق قمر کہ آپ کی مبارک انگلی سے حاصل ہوا''۔(شرح مثنوی ج ا ص ۳۰)

امام شہاب الدین خفاجیؒ فرماتے ہیں کہ:

المعجز فی الحقیقة ھو اللہ

کہ درحقیقت معجز اللہ تعالیٰ ہی ہے۔(نسیم الریاض ج ۲ ص ۴۹۴)

رضاخانی حضرات کی شرح میں ہے:

وھی فعلہ تعالیٰ علی ارسالہ الرسل۔

(جمع الفرائد بانارہ شرح العقائد ص ۶۰)

آگے لکھتے ہیں کہ:

وذالك لانه قد تقدم انه لاموثر فی الوجود الا الله فالمعجزة لاتکون الا فعلا له تعالیٰ لا بغیرہ کذا استفاد من المواقف۔

(ایضاً ص ۲۹۶)

ترجمہ: اور یہ اس لیے ہے کہ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ وجود میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی موثر نہیں ہے، پس معجزہ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوگا نہ کہ اس کے غیر کا۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ:

وجه دلالة المعجزة علی صدق الرسل ان کلّ ما یعجز عنه البشر لم یکن الا فعلا للہ تعالیٰ۔(احیاء العلوم)

ترجمہ: نبیوں اور رسولوں کی سچائی پر معجزہ کی دلالت کرنے کی وجہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے مقابل سے انسان عاجز ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور اسی کا فعل ہے۔

المعجزة ھی فعل من اللہ تعالیٰ۔(شرح مقاصد)

شیخ علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ:

''دراصل کرامت اور ولایت انعام خداوندی ہیں، مکاسب انسانی نہیں۔

(کشف المحجوب اردو ص ۳۱۹)

آگے لکھتے ہیں کہ:

''اولیاء کرام کو یہ مقام نہیں ملتا، ان کو کرامت پر اختیار نہیں، بعض اوقات وہ ظہورِ کرامت چاہتے ہیں مگر ظاہر نہیں ہوتی اور بعض اوقات وہ کرامت نہیں چاہتے، مگر وہ معرضِ ظہور میں آجاتی ہے''۔(ایضاً ص ۳۲۰)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

''اولیائے خواص کے لیے تو کرامات کا ظہور محض حیض کی مانند ہے''۔(سرّ الاسرار ص ۷۴)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

وما ظہر فی عصا موسیٰ علیہ السلام کان قدرۃ من الحق عزوجلّ خرق عادۃ ومعجزۃ ولھذا قال امیر السحرۃ لواحد من اصحابہ انظر الی موسی فی ای حالۃ ھو فقال لہ قد تغیر لونہ والعصا تعمل عملھا فقال ھذا من فعل اللہ عزوجل لامن فعلہ فان الساحر لا یخاف من سحرہٖ والصانع لایخاف من صنعتہ لما من بہ۔(الفتح الربانی ص ۱۵۳)

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ معجزہ فعلِ خدا ہے نہ کہ فعلِ نبوی۔

ابوعبداللہ فضل اللہ التورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ:

''معجزہ آں باشد کہ جز خدائے تعالیٰ دیگر اں برآں قادر نباشد''۔(المعتمد فی المعتقد ص ۱۲۷)

قاضی ابراہیم جوناگڑھی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''کیونکہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کے حق میں عملی تصدیق ہے، اس لیے کہ معجزہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک خلافِ عادت فعل ہوتا ہے، جو صریح اس قول کی طرح ہے کہ میرا بندہ دعویٰ رسالت میں سچا ہے''۔(مجالس الابرار تیسری مجلس ص ۳۳)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

''معجزہ خدا تعالیٰ ہی کا ایک خلافِ عادت فعل ہے، جس کو خدا نے پیغمبر کے ہاتھوں دعویٰ رسالت کے وقت اس کی تصدیق کے لیے ظاہر کیا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا اس معجزہ کو اس کے ہاتھ پر ظاہر کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ یہ فرماتا ہے کہ میرا رسول جو کچھ میری طرف سے بیان

کرتا ہے۔خواہ قولاً ہو یا فعلاً یا سکوتاً سب سچ ہے اور علماء نے اس کی مثال یہ بیان کی ہے کہ ایک شخص بادشاہ کے دربار میں ایک جماعت کے سامنے کھڑا ہو کر یوں کہے کہ میں اس بادشاہ کا ایلچی ہوں جس نے مجھ کو تمہارے پاس فلاں حکم کی تعمیل کا حکم دیا ہے،لوگوں نے پوچھا کہ معلوم ہو کہ تم سچے تو اس نے کہا کہ میری سچائی کی نشانی یہ ہے کہ میں بادشاہ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اپنی خلاف عادت تین مرتبہ اپنی جگہ اٹھے بیٹھے، پس بادشاہ نے اس کے کہنے سے ایسا ہی کیا تو بے شک بادشاہ کا یہ فعل ایسا ہی ہے کہ گویا اس نے یہ کہہ دیا کہ یہ شخص میری طرف سے جو کہتا ہے وہ سب سچ ہے......الخ''۔(مجالس الابرار ص ۴۳ پانچویں مجلس)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

''کیونکہ معجزہ اللہ تعالیٰ ہی کا خلافِ عادت ایک فعل ہے''(ایضاً ص ۹۱)

شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ فرماتے ہیں کہ:

وقام آصف بن برخیا فتوضأ ثم سجد للہ عزوجل یدعو اللہ باسمہ الاعظم وھو یقول یاحیّ یا قیوم۔(غنیۃ الطالبین ص ۲۱۳)

امام اہل السنۃ ؒ نے معجزہ کے مقدورِ انبیاء نہ ہونے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے گلزار ہونے سے استدلال کیا تھا، سیالوی صاحب نے اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا، تاہم ہم پھر بھی اس کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں:

سیالوی صاحب! امام اہل السنۃ ؒ کا استدلال اس طرح ہے کہ آگ کا نہ جلانا خرقِ عادت کام ہے اور یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے جیسا کہ قرآن پاک کی آیت کریمہ اس پر صراحۃً دلالت کر رہی ہے، نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔

اس کے بعد امام اہل السنۃ ؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوالعالیہ کا ارشاد بھی نقل فرمایا ہے، جس کو سیالوی صاحب گیارہویں کی کھیر سمجھ کر بغیر ڈکار لیے ہڑپ کر گئے ہیں، وہ یہ تھا کہ:

لولا انّ اللہ عزّوجلّ قال وسلاماً علی ابراھیم بردھا۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۸۴)

یعنی اگر اللہ تعالیٰ وسلما کا حکم صادر نہ فرماتا تو آگ کی ٹھنڈک سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

اذیت پہنچتی۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو آگ کو ٹھنڈا کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کام تھا نہ اس کو اعتدال پر رکھنا، بلکہ دونوں کام اللہ تعالیٰ کے تھے۔

سیالوی صاحب آگ میں ڈالنے کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی ہوں یا ولی، دونوں سے ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے لہٰذا ہوش سے کام لیں۔

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ:

قال ابن عباس لو لم یقل سلاما لمات ابراھیم من بردھا۔
(مظہری ص ۲۰۷ ج ۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ سلاما نہ فرماتا تو آگ کی ٹھنڈک سے حضرت ابراہیم علیہ السلام فوت ہو جاتے۔

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

لکنھا جعلھا غیر موذیۃ لابراھیم خاصۃ۔(ایضاً)

ترجمہ: لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے لیے خاص طور پر ایذاء دینے والی......۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ:

قال ابن عباس رضی اللہ عنھما فی روایۃ مجاھد ولولم یتبع بردا وسلماً لمات ابراھیم من بردھا۔(کبیر ج ۲۲ ص ۱۸۸)

ترجمہ: مجاہد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اگر بردا کے بعد وسلما نہ آتا تو حضرت ابراہیم اس کی ٹھنڈک سے وفات پا جاتے۔

اسی طرح نسفی اور روح المعانی میں بھی یہ بات لکھی ہوئی۔

جواب الجواب دلیل نمبر ۲:

امام اہل السنۃؒ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے سانپ بننے سے ڈر کر بھاگنے سے استدلال کیا تھا کہ اگر معجزہ نبی کا اپنا فعل ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کبھی خوف کے مارے نہ بھاگتے، ان کا بھاگنا اس امر کی دلیل ہے کہ معجزہ نبی کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔

سیالوی صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ:

''خان صاحب کا استدلال محلّ نظر ہے کیونکہ یہ اس وقت کی بات ہے جب موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ دیا جارہا تھا۔'' (آفتاب ہدایت ص ۲۳۸)

جواب:

سیالوی صاحب! محلّ نظر آپ کی عقل ہے، کیونکہ امام اہل السنۃؒ کا استدلال بالکل واضح اور صریح ہے کہ اگر یہ معجزہ آپ علیہ السلام کا اپنا فعل ہوتا تو ڈرتے کیوں؟

سیالوی صاحب مفسرین نے یہ بات لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ یہاں پر اس لیے دکھایا تاکہ فرعون کے پاس جب ظاہر ہو تو وہاں ڈر نہ جائیں۔

سیالوی صاحب اس وقت تو معجزہ ان کو مل چکا تھا پھر ڈرنے کا کیا مطلب؟

چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُ عَرَضَ عَلَيْهِ لِيُشَاهِدَهُ أَوَّلًا فَإِذَا شَاهَدَهُ عِنْدَ فِرْعَوْنَ لَا يَخَافُهُ۔
(کبیر ج ۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پیش کیا، تاکہ پہلے سے ہی اس کا مشاہدہ کرلیں، پھر جب فرعون کے پاس اس کو دیکھیں تو اس وقت اس سے نہ ڈریں۔

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

قَالَ الشَّيْخُ أَبُو الْقَاسِمِ الْأَنْصَارِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى وَذٰلِكَ الْخَوْفُ مِنْ أَقْوَى الدَّلَائِلِ عَلَى صِدْقِهِ فِي النُّبُوَّةِ لِأَنَّ السَّاحِرَ يَعْلَمُ أَنَّ الَّذِي أَتَى بِهِ تَمْوِيهٌ فَلَا يَخَافُهُ الْبَتَّةَ۔ (کبیر)

ترجمہ: شیخ ابو القاسم انصاری نے فرمایا کہ یہ خوف حضرت موسیٰ کے نبوت میں سچا ہونے پر اقوی دلائل میں سے ہے، کیونکہ جادوگر اس بات کو جانتا ہے کہ جو شخص جس چیز کو حیلہ بازی سے لائے تو وہ اس سے یقیناً نہیں ڈرتا۔

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

حُكِيَ عَنِ السَّحَرَةِ أَنَّهُمْ عِنْدَ التَّلَقُّفِ أَيْقَنُوا بِأَنَّ مَا جَاءَ بِهِ مُوسَى

عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ مِنْ مَقْدُوْرِ الْبَشَرِ ۔(کبیر ج ۲۲ ص ۸۵)

ترجمہ: جادوگروں سے حکایت کی گئی ہے کہ نگلنے کے وقت ان کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ جو چیز موسیٰ علیہ السلام لائے ہیں وہ مقدورِ بشر نہیں ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ جادوگر تو مان گئے مگر اس سامری مذہب کو تسلیم نہیں!!

اسی طرح یہی بات آپ کے حکیم الامت صاحب نے بھی تفسیر نعیمی میں لکھی ہے، لہٰذا آپ کا یہ شعر آپ ہی پر فٹ کرتے ہیں ؎

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر ایسی ادا نہ دے

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی عبارت کا جواب الجواب:

امام اہل السنۃ ؒ نے علامہ ابن کثیر کی عبارت پیش کی تھی کہ معجزہ پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی قادر نہیں۔

سیالوی نے آگے سے یہ جواب دیا کہ:

''خان صاحب کا استدلال رکاکت پر مبنی ہے، کیونکہ ابن کثیر تو یہ کہہ رہے ہیں کہ معجزہ نبی ہی لاسکتا ہے اگر معجزے میں نبی کے ارادے واختیار کو دخل ہی نہیں ہوتا تو پھر ابن کثیر کے اس قول کا کیا مطلب ہوگا کہ معجزہ نبی ہی لاسکتا ہے۔''(آفتاب ہدایت ص ۲۴۱)

:

سیالوی صاحب رکاکت پر مبنی آپ کا جواب ہے نہ کہ امام اہل السنۃ ؒ کا استدلال، کیونکہ علامہ ابن کثیر تو صاف فرمارہے ہیں کہ اس جیسے انوکھے امر (معجزہ) پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی قادر نہیں اور یہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہ تمہارے خلاف ہے اور آگے یہ جو انہوں نے فرمایا کہ لا یأتی به الا نبی مرسل تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معجزہ کا ظہور ہمیشہ نبی کے ہی ہاتھ پر ہوتا ہے۔

سیالوی صاحب! عقل سے کام لیں جس امر کے متعلق وہ کہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی قادر نہیں ہے تو پھر اس کو کسی دوسرے کی طرف کیسے منسوب کرسکتے ہیں۔

امام اہل السنۃ ؒ نے اپنے مدعا پر کئی اور آیات بھی پیش کی تھیں، مثلاً واذ فرقنا بکم البحر الخ (بقرہ)، ثم بعثنٰکم الخ، وظللنا علیکم الغمام الخ وغیرہ۔
لیکن سیالوی صاحب نے امام اہل السنۃ ؒ کی پیش کردہ آیات کا کوئی معقول جواب نہیں دیا۔
البتہ ایک جگہ یہ لکھتے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی چیز عطا فرمائے تو ہم اس میں تصرف کرنے کے ماذون مجاز ہوتے ہیں تو اگر اللہ رب العزت موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات عطا فرمائے تو کیا وہ ان کے ارادے و اختیار کے بغیر ہی صادر ہوتے ہوں گے...... الخ (آفتاب ہدایت ص ۲۴۵)

جواب:

سیالوی صاحب کہتے ہیں کہ معجزات عطا کیے گئے لہٰذا وہ انہی کے اختیار سے صادر ہوتے تھے۔
سیالوی صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ کتب سماوی کا معجزہ بھی تو انبیاء کرام کو عطا کیا گیا۔
لیکن ان میں بااختیار نہیں مانتے ہو؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:
ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب الخ (آل عمران آیت ۷۹)
تمہارے اصول سے تو لازم آتا ہے کہ یہ معجزات بھی انبیاء کرام کے اختیاری تھے، حالانکہ بریلوی اس کا انکار کرتے ہیں، سیالوی صاحب معجزات کے عطاء کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام ان کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے نہ وہ جو تم نے سمجھا ہے۔

مائدہ عیسیٰ علیہ السلام کا جواب الجواب:

امام اہل السنۃ ؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مائدہ والے معجزہ سے استدلال کیا تھا، سیالوی صاحب نے بس بڑبڑ کر دی، کچھ صحیح جواب نہیں دیا۔
سیالوی صاحب امام اہل السنۃ ؒ کا استدلال بالکل درست ہے، کیونکہ مائدہ کا اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا، لیکن اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام محض دعا کرنا تھا اور جس معجزہ میں دعا کرنی پڑے وہ تو تمہارے نزدیک بھی غیر اختیاری ہوتا ہے، جیسا کہ تمہارے حکیم الامت نے لکھا ہے۔
اسی طرح امام اہل السنۃ ؒ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرندوں والے معجزہ سے استدلال

کیا تھا، اس کا بھی کوئی معقول جواب نہیں دیا، تاہم ہم سیالوی صاحب سے کہتے ہیں کہ پرندوں کا زندہ ہونا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ ہے، لیکن زندہ کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی تھی نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی، اور اس بات کا تم سے کوئی جواب نہیں بن پڑا، اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کو زندہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کا کام تھا، باقی حضرت عزیر علیہ السلام نبی ہوں یا نہ، ولی ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں اور دونوں صورتوں میں ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔

کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ولی کی کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی سیالوی صاحب کی کم عقلی ہے کہ وہ اس آیت کو دلیل بناتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام زندہ کر سکتے ہیں حالانکہ یہ صفت خاصہ اللہ تعالیٰ کی ہے۔

یحی و یمیت جیسا کہ مفسرین کرام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے متعلق لکھا ہے کہ احیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے۔

وما کان لنا ان ناتیکم بسلطن الّا باذن اللہ کا جواب الجواب:

امام اہلسنت ؒ نے اپنے مدعا پر وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ ۚ آیت (۱۱) سورہ ابراہیم پیش کی تھی، سیالوی صاحب نے اس دلیل کے جواب میں کوئی معقول بات نہیں کی۔

تاہم ہم سیالوی صاحب کی مزید تسلّی کے لیے اس آیت کریمہ کی تفسیریں پیش کرتے ہیں:

چنانچہ علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں کہ:

(ا) جَوابٌ لِقَوْلِهِمْ "فَأْتُونا بِسُلْطانٍ مُبِينٍ"، والمَعْنى أَنَّ الإتْيانَ بِالآيَةِ الَّتِي قَدِ اقْتَرَحْتُمُوها لَيْسَ إلَيْنا ولا في اسْتِطاعَتِنا وإنَّما هو أَمْرٌ يَتَعَلَّقُ بِمَشِيئَةِ اللهِ تَعالى۔

(نسفی ج ۲ ص ۲۵۶)

ترجمہ: وما کان لنا الخ یہ جواب ہے ان کی بات کا مطلب یہ ہے کہ وہ معجزہ جس کا تم نے مطالبہ کیا ہے اس کا معاملہ ہمارے سپرد نہیں ہے اور نہ ہی ہماری طاقت میں ہے، وہ تو ایسا امر

ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے تعلق رکھتا ہے۔

(۲) قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ:

ای لا یمکن لنا اتیان الایات باختیارنا واستطاعتنا حتی ناتی بما اقترحتموہ۔

(مظہری ج ۵ ص ۵۸)

ترجمہ: یعنی معجزات کو اپنے اختیار اور طاقت سے لانا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے، حتیٰ کہ ہم تمہارے مطالبے کو پورا کر دیں۔

قارئین کرام! ان دونوں تفسیروں میں یہ بات صراحت سے لکھی ہوئی ہے کہ معجزات انبیاء کرام کی قدرت واختیار میں نہیں ہیں۔

قل انما الایات عند اللہ کا جواب الجواب:

امام اہل السنۃؒ نے اپنے مدعا پر قل انما الایات عند اللہ آیتِ کریمہ پیش کی تھی، ہم قارئین کی عدالت میں اس آیت کی تفسیر اکابر اہل السنۃ کی تفسیروں سے پیش کرتے ہیں، خود ہی فیصلہ کرلیں:

(۱) قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ:

قل انما الایات عند اللہ فی قدرتہ تعالیٰ واختیارہ یظھر منھا مایشاء ولیس شیء منھا فی قدرتی واختیاری۔ (مظہری ج ۳ ص ۳۱۱)

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ معجزات تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت اور اختیار میں ہیں، ان میں سے جو چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے اور کوئی معجزہ میری قدرت واختیار میں نہیں ہے۔

(۲) علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں کہ:

وھو قادر علیھا لا عندی فکیف اتیکم بھا۔ (نسفی ج ۲ ص ۲۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ معجزات پر قادر ہے میرے اختیار میں نہیں ہیں، تو پھر میں تمہارے پاس معجزات کیسے لاؤں؟

(۳) امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ:

فَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ الْمَعْنَى أَنَّهُ تَعَالَى هُوَ الْمُخْتَصُّ بِالْقُدْرَةِ عَلَى أَمْثَالِ هَذِهِ الْآيَاتِ دُونَ غَيْرِهِ لِأَنَّ الْمُعْجِزَاتِ الدَّالَّةَ عَلَى النُّبُوَّاتِ شَرْطُهَا أَنْ لَا يَقْدِرَ عَلَى تَحْصِيلِهَا أَحَدٌ إِلَّا اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى۔ (کبیر جلد ۱۳ ص ۱۴۳)

ترجمہ: پس یہ احتمال رکھتی ہے اس معنیٰ کا بھی کہ ان جیسے معجزات پر قادر ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ نبوت پر دلالت کرنے والے معجزات کی شرط میں سے ہے کہ ان کی تحصیل پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی قادر نہیں ہے۔

سیالوی صاحب! مفسرین کرام نے صاف فرمادیا ہے کہ معجزات آپ علیہ السلام کی قدرت اور اختیار میں نہیں ہیں!!

وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجرلنا من الارض ينبوعا کی وضاحت:

امام اہل السنۃؒ نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت کریمہ وَقَالُوا لَن نُّؤمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفجُرَ لَنَا مِنَ الأَرضِ يَنبُوعًا الخ (پ ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۹۶)

پیش کی تھی ہم اس کی مزید تفسیریں پیش کرتے ہیں:

(۱) چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ:

يعني ليس ما سالتم في طوق البشر۔ (مظہری جلد ۵ ص ۴۹۳)

ترجمہ: مطلب یہ ہے کہ جس کا تم نے مطالبہ کیا ہے وہ بشر کی طاقت میں نہیں ہے۔

(۲) امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ "أَنَّ رُؤَسَاءَ أَهْلِ مَكَّةَ أَرْسَلُوا إِلى الرَّسُولِ ﷺ وهم جُلُوسٌ عِنْدَ الكَعْبَةِ فَأَتاهم فقالُوا يا مُحَمَّدُ إِنَّ أَرْضَ مَكَّةَ ضَيِّقَةٌ فَسَيِّرْ جِبالَها لِنَنْتَفِعَ فِيها، وفَجِّرْ لَنا فِيها يَنْبُوعًا أَيْ نَهَرًا وعُيُونًا نَزْرَعُ فِيها،

فَقالَ لا أَقْدِرُ عَلَيْهِ. فَقالَ قائِلٌ مِنهم أَوْ يَكُونُ لَكَ جَنَّةٌ مِن نَخِيلٍ وعِنَبٍ فَتُفَجِّرُ الأَنْهارَ خِلالَها تَفْجِيرًا، فَقالَ لا أَقْدِرُ عَلَيْهِ، فَقِيلَ أَوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ مِن زُخْرُفٍ أَيْ مِن ذَهَبٍ فَيُغْنِيكَ عَنّا. فَقالَ لا أَقْدِرُ عَلَيْهِ. فَقِيلَ لَهُ أَما تَسْتَطِيعُ أَنْ تَأْتِيَ قَوْمَكَ بِما يَسْأَلُونَكَ. فَقالَ لاأَسْتَطِيعُ. قالُوا فَإِذا كُنْتَ لا تَسْتَطِيعُ الخَيْرَ فاسْتَطِعِ الشَّرَّ فَأَسْقِطِ السَّماءَ كَما زَعَمْتَ عَلَيْنا كِسَفًا أَيْ قِطَعًا بِالعَذابِ...... الخ۔

(کبیر جلد ۲۱ ص ۵۶)

ترجمہ: روساء اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا وہ خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے، آپ علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے، انہوں نے کہا اے محمد (ﷺ) مکہ کی زمین تنگ ہے، تو اس کے پہاڑوں کو یہاں سے نکال دے، تاکہ ہم اس میں نفع حاصل کریں، اور تو ہمارے لیے اس میں چشمہ جاری کردے، ہم اس میں کھیتی باڑی کریں گے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس پر قادر نہیں ہوں۔ پھر کہا کہ یا آپ کا گھر سونے کا ہو پس وہ آپ کو ہم سے بے نیاز کردے تو آپ نے فرمایا کہ میں اس پر قادر نہیں ہوں۔ پھر کہا گیا کیا آپ اس بات پر استطاعت رکھتے ہیں کہ آپ اپنی قوم کو وہ دیں جو وہ آپ سے مانگتے ہیں آپ نے فرمایا میں اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

تَقْرِيرُ هَذا الجَوابِ أَنْ يُقالَ إِمّا أَنْ يَكُونَ مُرادُكم مِن هَذا الِاقْتِراحِ أَنَّكم طَلَبْتُمُ الإِتْيانَ مِن عِنْدِ نَفْسِي بِهَذِهِ الأَشْياءِ أَوْ طَلَبْتُمْ مِنِّي أَنْ أَطْلُبَ مِنَ اللهِ تَعالى إِظْهارَها عَلى يَدَيَّ لِتَدُلَّ عَلى كَوْنِي رَسُولًا حَقًّا مِن عِنْدِ اللهِ. والأَوَّلُ باطِلٌ لِأَنِّي بَشَرٌ والبَشَرُ لا قُدْرَةَ لَهُ عَلى هَذِهِ الأَشْياءِ...... الخ۔ (کبیر ج ۲۱ ص ۵۹)

ترجمہ: یا تو تمہاری مراد اس مطالبے سے یہ ہے کہ ان معجزات کے خود اپنے پاس لانے کا مطالبہ کیا ہے یا تم نے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کروں کہ وہ ان کو میرے ہاتھ پر ظاہر کرے، تاکہ وہ اللہ کی طرف سے میرا رسول حق ہونے پر دلالت کرے

اول تو باطل ہے کیونکہ میں بشر ہوں بشر کو ان معجزات پر قدرت حاصل نہیں ہے۔

(۳) علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں کہ:

لَيْسَ أَمْرُ الآيَاتِ إِلَيَّ إِنَّمَا هو إلى اللهِ فَمَا بَالُكم تَتَخَيَّرُونَهَا عَلَيَّ؟

(نسفی جلد ۲ ص ۳۲۷)

ترجمہ: معجزات میرے اختیار میں نہیں ہیں، وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔

اسی طرح امام اہل السنۃؒ نے تفسیر بیضاوی کی عبارت بھی پیش کی تھی، لیکن سیالوی صاحب نے اس سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرلیں، اس میں بھی یہ بات تھی کہ ولم یکن امر الایات الیھم یعنی کہ انبیاء کے بس میں یہ نہ تھا کہ وہ معجزات صادر کرسکیں۔

وان کان کبر علیك اعراضهم کی وضاحت:

امام اہل السنۃؒ نے وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ الخ سورہ انعام ۳۵ کی آیت بھی پیش کی تھی۔

سیالوی صاحب نے اس آیت کے جواب میں بھی کوئی مناسب بات نہیں کی، اس لیے ہم اس آیت کی بھی تفسیر پیش کرتے ہیں:

(۱) قاضی ثناء اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

والحاصل انك لا تقدر علی اتیان ایة۔ (مظہری ج ۳ ص ۲۶۱)

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ بے شک آپ ﷺ کسی بھی معجزہ کے لانے پر قدرت نہیں رکھتے۔

(۲) علامہ نسفی فرماتے ہیں کہ:

والمَعْنى: إنَّكَ لا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ. والمُرادُ بَيانُ حِرْصِهِ عَلى إسْلامِ قَوْمِهِ، وأنَّهُ لَوِ اسْتَطاعَ أنْ يَأْتِيَهم بِآيَةٍ مِن تَحْتِ الأرْضِ، أوْ مِن فَوْقِ السَماءِ لَأتى بِها رَجاءَ إيمانِهِمْ۔

(نسفی ج ۲ ص ۱۰)

ترجمہ: اور معنیٰ یہ ہے کہ بے شک آپ اس پر طاقت نہیں رکھتے اور مراد اس سے آپ

علیہ السلام کے اپنی قوم کے اسلام پر حرص کو بیان کرنا ہے اور اگر وہ طاقت رکھتے زمین کے نیچے سے یا آسمان کے اوپر سے ان کے پاس کو معجزہ لانے کی تو وہ ان کے ایمان کی امید کے لیے ان کے پاس لے آتے۔

سیالوی صاحب فرماتے ہیں کہ امام سیوطی کی عبارت سے صرف ان مخصوص معجزات پر قدرت کی نفی ہوتی ہے نہ کہ تمام معجزات پر۔

سیالوی صاحب امام رازیؒ کے اس قول پر بھی نظر رکھیے جو ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں، انہوں نے صاف فرمایا ہے کہ

انی بشر والبشر لاقدرۃ لہ علی ھذہ الاشیاء۔

عقل سے کام لیں اور امام رازی کی اس عبارت کو غور سے پڑھیں وہ تمام معجزات کے متعلق فرمارہے ہیں۔

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحبؒ نے جو فرمایا ہے کہ:

لیس ما سالتم فی طوق البشر۔

اسی طرح ہم رازی کی یہ عبارت بھی پیش کر چکے ہیں کہ معجزات کی شرط یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی قادر نہیں۔ اسی طرح قاضی ثناء اللہ صاحب کی یہ عبارت بھی پیش کر چکے ہیں کہ معجزات آپ علیہ السلام کی قدرت واختیار میں نہیں ہیں۔

سیالوی صاحب امام اہل السنۃؒ پر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام کے ساتھ غوث اعظم نہ کہنے پر بھی سیخ پا ہوئے ہیں، تاہم ہم ان کا علاج انہیں کے گھر سے کرتے ہیں۔

غوثِ اعظم کا معنیٰ:

مشہور بریلوی گدی نشین پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

”غوثِ اعظم کے حقیقی معنیٰ اور مفہوم“

حضرت پیران پیر کے مشہور زمانہ القاب میں سے ایک لقب غوث اعظم بھی ہے، جس کے معنیٰ ہیں بہت بڑا مدد کرنے والا، یہ لقب آپ کے لیے بطورِ علَم بھی استعمال ہوتا ہے ہم بھی

اپنی تحریروں اور اشعاروں میں اسے استعمال کرتے ہیں، ہمارے معترض صاحب فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے سوا کسی سے استعانت کرنا شرک ہے اور اعانت کرنا اللہ ہی کا کام ہے تو پھر پیران پیر کو غوث اعظم کیوں کہتے ہیں۔

جواباً گزارش ہے کہ اگر غوث اعظم کا جو مفہوم لغوی ہے اس کا خیال رکھا جائے تو متعدد خرابیاں لازم آتی ہیں:

(۱) رسالہ غوث اعظم میں جب اللہ تعالیٰ نے شیخ عبدالقادر جیلانی کو یا غوث الاعظم فرمایا ہے تو کیا آپ اللہ کے لیے بھی غوث الاعظم ہیں؟ آپ اللہ کی بھی بہت مدد فرمانے والے ہیں؟ کیا اللہ بھی آپ کی مدد کا محتاج ہے؟ اور کیا اللہ بھی بوقت مشکل آپ کو یا غوث الاعظم کہہ کر پکارتا ہے اور آپ سے دستگیری کا طلبگار ہوتا ہے؟ یہ سب باتیں صریح کفر و شرک ہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے یا غوث الاعظم کہنے کی تاویل یہ کرنا پڑے گی کہ اللہ فرماتا ہے اے میرے وہ بندے جو انبیاء مرسلین اور صحابہ کرام کے بعد اپنی کوشش و کاوش، جدّ و جہد، تبلیغ اور تعلیم کے ذریعے میرے بندوں کو مشرکانہ عقائد سے بچا کر صراط مستقیم اور عقائد صحیحہ پر قائم رکھنے میں تو نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے اور ہر قسم کے شرک کی نفی کر کے میرے بندوں کے قلوب و اذہان سے شرکیہ جراثیم کے نکلنے کا ذریعہ بنا ہے تو یوں اس معاملے میں بعد از انبیاء مرسلین اور صحابہ کرام تو میرے بندوں کے لیے بہت مدد کرنے والا یعنی غوث اعظم ہے، یہ تاویل کرنا ضروری ہے ورنہ معاملہ مزید الجھ جائے گا۔

(۲) حقیقی معنیٰ کے لحاظ سے غوث اعظم اللہ کی ذات ہے کسی اور کو یہ لقب دینا شرک ہے۔ بلکہ حقیقی غوث بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے"۔

(اعانت و استعانت کی شرعی حیثیت ص ۱۸،۱۷)

آگے لکھتے ہیں کہ

"غوث اعظم میں غوثیت عظمیٰ حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے، جیسا کہ مناطقہ کے نزدیک حصر حقیقی اور حصر اضافی یا جزئی حقیقی اور جزئی اضافی ہوتی ہے۔ اگر غوثیت حقیقی والے معنیٰ لیں گے تو شرک ہوگا، کیونکہ حقیقی مافوق الاسباب امورِ عادیہ و غیر عادیہ میں غیر متناہی اور لامحدود غوثیت

فرمانے والا صرف اللہ ہے۔ اس کے بعد اسباب کے تحت اور اذنِ خداوندی سے انبیاء و اولیاء بھی ہیں، جو بندوں کے کام آتے ہیں اولیاء کرام میں ایسی مدد کرنے والوں میں پیران پیر کا خاص مقام ہے۔

یہ ہیں غوث اعظم کے اصلی معنیٰ!

بلکہ حضرت پیران پیران پیر خود ساری زندگی اللہ جل شانہ کو غوث کہہ کر پکارتے رہے، کیونکہ وہ مرتبہ توحید کو جانتے ہوئے اس کیفیت سے سرشار تھے کہ جہاں اس ذات بے ہمتا کی کوئی بھی صفت کسی مخلوق کے حوالے نہیں کی جا سکتی۔

آگے لکھتے ہیں کہ:

مقام غور ہے کہ جو شخصیت پوری زندگی اللہ کو یا غوث کہہ کر پکارتی رہی آج ہم لفظ غوث اسی شخصیت کے لیے سمجھتے ہیں، از راہِ انصاف خود فیصلہ کیجئے کہ اگر ہم پیران پیر کو یا غوث کہہ کر پکاریں تو وہ خوش ہوں گے یا اس ذات کو یا غوث کہہ کر پکارنے میں خوش ہوں گے کہ جس کو خود پیران پیر پوری زندگی یا غوث کہہ کر یاد کرتے رہے اور اسی کی بارگاہ میں اپنی سب فریادیں پیش کرتے رہے۔

(اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت)

معجزات کے متعلق بریلوی حضرات کے گھر سے منہ توڑ حوالے

(۱) بریلوی حکیم الامت صاحب لکھتے ہیں کہ:

یا رب نے اپنی قدرت سے وہاں پانی پیدا فرما دیا۔ (اسرار الاحکام ص ۹۰)

(۲) دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

سوال: حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار کیسے بن گئی؟ حالانکہ آگ تو گلزار کو جلا دیتی ہے۔

جواب: اللہ کے حکم سے۔ (اسرار الاحکام ص ۹۱)

(۳) اعلیٰ حضرت کے ملفوظات میں ہے عرض: معجزہ میں قلب ماہیت ہوتا ہے یا

نہیں؟ ارشاد: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ قلب ماہیت محال ہے یا ممکن جو کہتے ہیں کہ محال ہے ان کے نزدیک پہلی حقیقت فنا ہو جاتی ہے اور دوسری حقیقت ربّ العزت پیدا فرما دیتا ہے۔ تو معجزہ میں تبدیلی حقیقت نہ ہوئی بلکہ تجدید ماہیت الخ۔ (ملفوظات حصہ چہارم)

یہ حوالہ امام اہل السنۃؒ نے بھی راہ ہدایت میں پیش کیا تھا، لیکن سیالوی صاحب بغیر ڈکار لیے ہڑپ کر گئے۔

(۴) شاہ محمد رکن الدین صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اصل میں خرقِ عادت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نہ کہ بندوں کا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت کا توڑنا بندے سے ممکن نہیں ہے''۔ (توضیح العقائد ص ۱۸)

(۵) ذات اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑے کیا۔ کیا انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے کیا؟ نہیں ہرگز نہیں، آپ نے فرمایا کہ حکمِ خداوندی نے میری لاج رکھ لی اور ایسے ہوگیا۔ (حقائق و معارف از افادات صاجزادہ محمد عمر بریلوی مرتب ڈاکٹر محمد طفیل سالک ص ۴۸۳)

(۶) مولانا غلام محمد گھوٹوی صاحب کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ:

''کیونکہ کرامت در حقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے نہ کہ بندے کا، بندہ تو معمول محض ہوتا ہے، عامل تو وہ ذاتِ قدیر ہوتی ہے، جس کی قدرت محیط علیٰ کل شیء ہے''۔

(سوانح شیخ الاسلام محدث گھوٹوی ص ۱۴۹)

(۷) حضرت امام یافعی فرماتے ہیں کہ ایک بہت بڑے عالم سے کرامات اولیاء کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا کرامات حق ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا کون منکر ہو سکتا ہے؟ اگر کرامت تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو اللہ ربّ العزت کی طرف رجوع کرو، کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو مرضی ہو اس چیز کا حکم دیتا ہے کرامات رضائے الٰہی اور قدرتِ خداوندی سے صادر ہوتی ہیں تو کیا اللہ کریم ان کے صادر کرنے پر قادر نہیں۔ (فیوضات باروریہ ص ۱۰۴)

(۸) ایک شخص نے عرض کیا کہ اولیاء اللہ اعدام وجود اور ایجاد معدوم پر قادر ہوتے ہیں یا نہیں؟ فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، لیکن قطب کا سینہ امورِ مقدرہ کے ظہور کے لیے برزخ ہوتا ہے۔ (ملفوظات مہریہ ص ۷۰)

(۹) پیر جماعت علی شاہ صاحب کے ملفوظات میں ہے کہ:

''یہ جو عام مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں شخص کو ایک دم میں بھرپور کر دیا یا کامل کر دیا، ایسا کام ہمیشہ نہیں ہوسکتا وہ اتفاقاً کسی ایسے رضا کے وقت میں کامل کسی پر خوش ہوکر جوش میں بحکمِ خدا کر گزرتے ہیں''۔ (ضرورت مرشد ارشادات امیر ملت ص ۱۳۵)

(۱۰) ''اور ولی کے ہاتھ پر جو بھی خارقِ عادت خدا کی طرف سے ظاہر ہوگا، اس کے ساتھ نبوت کا دعویٰ نہیں ہوسکتا''۔ (بزم اولیاء ص ۷۴)

(۱۱) مترجم مولوی بدر القادری بریلوی:

''اور ولی اپنی کرامت پر ثبات کا حکم نہیں کرتا اور اس لیے کہ جائز ہے کہ استدراج ہو''۔

(تمہید ابوشکور سالمی ص ۱۱۸ ابوالبرکات سید احمد قادری)

(۱۲) ''جب انہوں نے آپ کے عصا کو حیلہ کے بغیر سانپ بنتے اور پھر جادوگروں کے تمام جھوٹ اور فریب کے پلندوں کو نگلتے دیکھا تو انہیں یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ یہ جادو اور حیلہ سازی نہیں ہے تو یہ کسی مخلوق کا کام نہیں ہوسکتا بلکہ ان کی وسعت اور عادت کے خلاف ہے''۔

(تمہید ابوشکور سالمی ص ۱۷۲)

آگے لکھتا ہے کہ:

(۱۳) ''مردوں کو زندہ کرنے جیسے معجزے آپ کو عطا فرمائے تو انہوں نے قطعی طور پر معلوم کرلیا کہ یہ کام کسی مخلوق کی جلد بازی کا نتیجہ نہیں ہوسکتا بلکہ یہ اللہ ہی کے حکم سے ہوسکتا ہے''۔

(ایضاً)

(۱۴) پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی کی ترتیب و تقدیم سے شائع ہونے والی کتاب میں ہے کہ:

''جس وقت کوئی امر تیرے وجود میں ظاہر تجھ سے ہو یا تیرے غیر سے تو تحقیق جان کہ وہ امر درحقیقت حق تعالیٰ سے ظاہر ہوا ہے اور وہ وہی فاعل ہے اور نہیں ہے ظہور اس کا غیر سے''۔

(تحفۃ الابرار ص ۸۰۵) تالیف ہے مرزا آفتاب بیگ محمد نواز بیگ چشتی نظامی دہلوی۔

(۱۵) بعض اوقات ان میں کرامت ظاہر ہوجاتی اور بعض اوقات نہیں ہوتی، کرامت اور خوارقِ عادت ممکن ہیں، بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو جلیل القدر منصب پر فائز تھے

ان سے کرامتیں ظاہر نہیں ہوئیں اور بعض اولیاء سے خوارق کا ظہور ہوا۔

(سہ ماہی انوارِ رضا ص ۲ جلد نمبر ۶ شمارہ نمبر ۳)

(۱۶) فیض احمد اویسی صاحب ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

''پھر (حضرت صالح علیہ السلام) نے دعا کی کہ رب ذوالجلال ان کے مطالبے کو پورا فرمادے، اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو حکم دیا کہ ایک ایسی طویل حاملہ اونٹنی برآمد کرے جس قسم کا وہ مطالبہ کر رہے ہیں''۔ (قصص الانبیاء ص ۱۶۷)

(۱۷) ''کسی نے عرض کیا کہ حضور کرامت کے کیا معنیٰ ہیں؟ فرمایا کرامت فعل اللہ تعالیٰ کا ہے اور بندہ بیچ میں صرف وسیلہ ہوتا ہے اور اولیاء اللہ سے جو کوئی کرامت ظہور میں آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادۂ الٰہی سے ظہور میں آتی ہے۔'' (ذکر خیر المعروف بہ صحیفہ محبوب ص ۲۰۹)

(۱۸) اسی طرح ایک اور جگہ ہے عرض: کسی کی کرامت کیسی ہوتی ہے؟ ارشاد: کرامت سب کی وہی ہوتی ہے اور وہ جو کسب سے حاصل ہو بھان متی کا تماشا ہے لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔ (ملفوظات حصہ چہارم)

(۱۹) مولوی ابوالحسنات بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''نبی اپنے صدق کا علانیہ دعویٰ فرما کر محالات عادیہ کے ظاہر فرمانے کا ذمہ لیتا ہے اور منکروں کو اس کے مثل کی طرف بلاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دعوے کے مطابق امرِ محال عادی کو ظاہر فرما دیتا ہے اور منکرین عاجز سے ہو جاتے ہیں اسی کا نام معجزہ ہے''۔ (العقائد)

یہ عبارت بھی راہ ہدایت میں پیش کی گئی تھی لیکن اس کو ہاتھ تک نہیں لگایا گیا۔

(۲۰) جو کرامات از قبیل احوالِ کیفیات ہیں ان میں نبی اور ولی کے کسب اور اختیار کا دخل نہیں ہوتا۔ (مقالات سعیدی)

(۲۱) مفتی امین صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''ہاتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور قدرت اللہ تعالیٰ کی تھی۔'' (توحید اور فرقہ بندی ص ۱۷)

غلام نصیر الدّین کی

امام الموحدین مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ پر تنقید کا جائزہ:

معزز قارئین! اکثر اہل بدعت بلغۃ الحیر ان کی وجہ سے مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور لچّر قسم کے اعتراضات کا دارومدار بلغۃ الحیر ان ہے۔ اس لیے ہمیں بلغہ کی حقیقت بھی معلوم ہونی چاہیئے۔ چنانچہ حضرت اقدس فقیہ العصر مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی نوراللہ مرقدہ بلغۃ الحیر ان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

تفسیر بلغۃ الحیر ان کا تعارف:

اس جگہ اس امر کا اظہار کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

کہ "بلغۃ الحیر ان" کے متعلق اگرچہ مشہور یہ ہے کہ وہ مؤلف کے شیخ مولانا حسین علی صاحب مرحوم کی تصنیف ہے مگر حقیقتِ حال یہ ہے کہ "بلغۃ الحیر ان" مولانا مرحوم کے اپنے قلم سے تحریر کردہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ قرآن شریف کا ترجمہ پڑھاتے ہوئے مولانا مرحوم نے جو تقریریں کی تھیں ان کو مولانا محمد نذر شاہ صاحب عباسی اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے قلم بند کرلیا تھا، انہی املائی تقریروں کے مجموعہ کا نام "بلغۃ الحیر ان" ہے۔ جیسا کہ بلغۃ الحیر ان کے مطالعہ سے واضح ہے کہ اس کے ابتدائی چار صفحات کو مولانا محمد نذر شاہ صاحب عباسی متوطن جو کالیاں ضلع گجرات نے لکھا ہے اور صفحہ نمبر ۴ سے آگے کی تقریریں مولانا غلام اللہ خان صاحب نے قلمبند کی ہیں۔

"بلغۃ الحیر ان" کے صفحہ نمبر ا پر مولانا محمد نذر شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"اس سال ۱۳۴۹ھ کے دورہ قرآن مجید میں مجھے بھی شریک ہونے کا فخر حاصل ہوا ہے اور حسب الارشاد حضرت استاذ میں نے یہ ارشادات عالیہ قلمبند کیے ہیں، جو پیش نظر ہیں"۔

پھر "بلغۃ الحیر ان" کے صفحہ نمبر ۴ پر تحریر ہے:

"یہ تقریریں جو آگے آتی ہیں حضرت صاحب نے غلام خان سے قلمبند کروائی ہیں اور بذات خود ان پر نظر فرمائی ہے"

اور ظاہر ہے کہ شاگردوں کی ضبط کی ہوئی تقریروں کی پوری ذمہ داری استاذ پر نہیں ڈالی جاسکتی، خاص کر جبکہ قلمبند کرنے والوں کو اس کا اقرار بھی ہو کہ انہوں نے مولانا مرحوم کی تقریروں کے ساتھ بعض بعض مقامات پر اپنی تقریر بھی شامل کر دی ہے۔

اور ناظرین کو عبارت سے یہ امتیاز بھی حاصل نہ ہوتا ہو کہ کونسی تقریر استاذ کی ہے اور کونسی قلمبند کرنے والوں نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے، مولانا محمد نذر شاہ صاحب کا مذکورہ اقرار ان کے خط سے واضح ہے وہ لکھتے ہیں:

> تفسیر ''بلغۃ الحیر ان'' میری اور غلام خان کی تصنیف ہے، چنانچہ دیباچہ سے ظاہر ہے مولانا حسین علی صاحب سے ترجمہ پڑھا اور ان کی تقریریں لکھیں اور بعض بعض مقام پر اپنی تقریر بھی لکھ دی ہے۔
>
> (خط مولانا محمد نذر شاہ صاحب بنام حضرت حکیم الامت تھانوی مندرجہ امداد الفتاوی مبوب ج۶ ص ۱۲۴)

پھر بلغۃ الحیر ان کے جامع نے صرف اپنی اور اپنے استاذ کی تقریر کے لکھنے پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ بعض دوسرے اہلِ علم کی تحقیقات کو بھی ''بلغۃ الحیر ان'' میں درج کر دیا ہے، چنانچہ یا ایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر الایۃ (اے ایمان والو صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو) کے تحت لکھتے ہیں کہ!

> ''اگر اس تحویل سے کوئی مصائب اہل کتاب کی طرف پہنچیں تو صبر کرنا یہ مولانا شمس الدین صاحب نے لکھی ہے''۔ (بلغہ ص ۲۶)
>
> اسی طرح:
>
> و کذالك جعلنٰکم امۃ وسطاً۔ (الایۃ)

(اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنادی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے) پر لکھا ہے! امت سے مراد کل امت ہے یا خاص اصحاب ہیں مولوی شمس الدین صاحب نے مراد کل امت لی ہے۔ (بلغہ ص ۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا شمس الدین صاحب کے ملفوظات بھی بلغۃ الحیر ان میں درج ہیں

اور ہوسکتا ہے کہ کسی مقام پر ان کے نام کے حوالہ کے بغیر بھی ان کا کوئی ملفوظ بلغہ میں درج کر دیا گیا ہو اندریں حالات ''جواہر القرآن میں جن تفردات اور مندرجات کو مولانا حسین علی صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ اگر چہ بلغۃ الحیر ان میں موجود ہیں، مگر اس کی کیا ضمانت ہے کہ ان کی نسبت مولانا کی طرف صحیح ہے اور وہ تفردات قلمبند کرنے والوں کے اپنی طرف سے اضافات وتصرفات نہیں ہیں، کیونکہ قلمبند کرنے والوں نے بعض بعض مقام پر اپنی تقریر کے اضافہ کے اقرار کے باوجود کہیں بھی ان اضافات کی نشاندہی نہیں کی تو اب ہر مضمون میں یہ احتمال ہوگیا کہ یہ استاذ کی تقریر ہے یا جامع کا اضافہ ہے لہٰذا مولانا مرحوم کی طرف بلغۃ الحیر ان کے کسی بھی مضمون کی نسبت کا یقین نہیں دیا۔

باقی رہا مولانا مرحوم کا بذات خود ان تقریروں پر نظر فرمانا تو ممکن ہے کہ مولانا مرحوم بالاستیعاب تمام تقریروں پر نظر نہ فرما سکے ہوں، اس لیے مرحوم کی نظر اصلاحی کی گرفت میں تحریر کی غلطیاں نہ آسکی ہوں۔ اس واسطے ''بلغۃ الحیر ان'' کے کل مندرجات کو مولانا مرحوم کی طرف تو منسوب نہیں کیا جاسکتا، البتہ مولانا غلام اللہ خان صاحب چونکہ صفحہ نمبر ۴ سے لیکر آخر تک کی تمام تقریروں کے جامع ہیں اس حیثیت سے ان کی طرف ان تمام مندرجات کو منسوب کرنا صحیح ہے''۔

(ہدایۃ الحیر ان فی جواہر القرآن طبع جدید ص ۷۰۔ ۶۹۔ ۱۶۸)

حضرت اقدس فقیہ العصر سید مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ کی مندرجہ بالا عبارت سے مولانا حسین علی صاحب مرحوم پر تمام اعتراضات ختم ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا جب یہ کتاب ہی ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے تو پھر اس کو بنیاد بنا کر ہمارے خلاف پیش کرنا کونسی دیانت داری ہے!!!!

لہٰذا اسیالوی اینڈ کمپنی عقل سے کام لیں بشرطیکہ عقل نام کی کوئی چیز ان کے پاس ہو!!!!

امام اہل السنۃؒ پر ایک اعتراض اور اس کا جواب اور غلام کو ہمارا خط:

غلام صاحب نے امام اہل السنۃؒ کے ترجمہ لم تحرّم ما احلّ الله لك پر اعتراض کیا ہے۔

ہم نے غلام صاحب کو خط لکھا اور اس کا جواب مانگا غلام صاحب نے مسلسل ایک ماہ کے ٹال مٹول کے بعد یوں اپنی غلطی کا اظہار کیا کہ ''میں خط کا جواب نہیں دوں گا اور اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کروں گا۔

سیالوی کا خان صاحب پر آٹھ عدد فتوے:

خط ملاحظہ فرمائیں:

جناب مفتی غلام نصیر الدین سیالوی صاحب!

آپ نے اپنی کتاب آفتاب ہدایت کے صفحہ ۴۰۴ پر امام اہل السنۃؒ قاطع شرک و بدعت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہٗ کے ترجمہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا کہ ''سرفراز صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی ہے۔''

مفتی صاحب آپ نے امام اہل السنۃؒ پر اس آیت کا یہ ترجمہ کرنے پر تقریباً آٹھ فتوے لگائے ہیں:

(۱) سرفراز صاحب کا اس طرح کا ترجمہ کرنا محض غلط ہے۔

(۲) بلکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کے حلال کو حرام کرنا تو کفر ہے تو نبی پاک ﷺ کی طرف اس امر کو کیسے منسوب کیا جاتا ہے؟

(۳) آپ نے تاویلات اہل السنۃ میں سے نقل کیا ہے کہ ''جو آدمی یہ کہے کہ نبی پاک ﷺ نے اس چیز کو حرام کیا جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی تھی تو اس نے بہت بری حرکت کا ارتکاب کیا الیٰ ان قال تو جس کا عقیدہ نبی الانبیاء علیہ السلام کے بارے میں ایسا ہو تو وہ کافر ہے۔

(۴) تفسیر بالرائے کی۔

(۵) وادی ضلالت میں بھٹکتے رہے۔

(۶) ناسمجھی کی وجہ۔

(۷) عقل کی کمی کی وجہ سے غلط قرار دیا۔

(۸) بغیر سوچے سمجھے کسی کو غلط نہ کہا کریں۔

جبکہ آپ کے اعلیٰ حضرت بھی تو یہی کر رہے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

''اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی'' (کنزالایمان)

مفتی صاحب! اگر آپ صرف اپنے اعلیٰ حضرت کا ہی ترجمہ دیکھ لیتے تو امام اہل السنۃ پر یہ اعتراض نہ کرتے چہ جائیکہ دیگر بریلوی حضرات کے تراجم دیکھنے کی زحمت کرتے۔

اور جب میں نے آپ کو کال کی اور اس کے متعلق آپ سے پوچھا تو آپ نے اپنی لکھی ہوئی بات سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تو ترجمہ پر اعتراض ہی نہیں کیا۔

مفتی صاحب! خبردار ہوشیار! ذرا غور سے اپنی کتاب کے ص ۴۰۴ پہ دیکھئے آپ نے کیا لکھا ہے؟؟

آپ نے لکھا ہے کہ ''سرفراز صاحب کا اس طرح کا ترجمہ کرنا محض غلط ہے''۔

(آفتاب ہدایت)

کیوں سیالوی صاحب یہ اعتراض ترجمہ پر ہے یا تفسیر پر؟

لطیفہ:

سیالوی صاحب جس ترجمہ پر اعتراض کر رہے وہی ترجمہ اعلیٰ حضرت نے بھی کیا ہے، گویا کہ اعلیٰ حضرت نے جو ترجمہ کیا آلِ بریلوی محقق العصر یادگارِ بریلویت جانشین اشرف العلماء پاسبان مسلک امام احمد رضا مفتی غلام نصیر الدین سیالوی صاحب نے فتویٰ لگا دیا کہ ''اس طرح کا ترجمہ کرنا محض غلط ہے''۔

سیالوی صاحب! ہم تو کب سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے ترجمہ غلط کیا ہے، قرآن پاک کی تحریف معنوی کی جس پر اسلامی ممالک میں پابندی لگ چکی ہے۔

اور اب خود ہی مان لیا کہ اعلیٰ حضرت نے غلط کیا ہے اور یہ شرف صرف آپ کو حاصل نہیں ہوا، بلکہ اور بھی کئی بریلوی حضرات اس ترجمہ کنزالایمان میں اغلاط کی نشاندہی کرنے کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں، لہٰذا گھبرانے کی ضرورت نہیں اور کوئی نئی بات نہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی کئی بریلوی ملّاں اس طرح کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔

اور ادھر تم نے یہ بات بھی لکھی ہوئی ہے کہ:

''جو شخص احمد رضا خان کا ہم عقیدہ نہ ہو تو وہ کافر ہے''۔

(انوار شریعت، فتاویٰ صدر الافاضل، الصوارم الہند)

یہ فتویٰ ذرا اپنے اوپر منطبق کر کے دیکھیں کیسے سجتا ہے؟؟؟؟

مفتی صاحب! آپ نے کہا کہ تفسیر پہ اعتراض کیا ہے، ذرا اپنے حکیم الامت کی تفسیر نور العرفان اٹھا کر دیکھیں انہوں نے کیا لکھا ہے؟؟ وہ رقمطراز ہیں کہ:

''حضور ﷺ جب بھی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ آپ کی خدمت میں شہد پیش فرماتی تھیں اس وجہ سے وہاں قیام زیادہ فرماتے تھے، یہ زیادہ ٹھہرنا حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما کو گراں گزرا اور رشک ہوا، ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب جب ہم میں سے کسی کے پاس حضور تشریف لاویں تو ہم عرض کریں کہ آپ کے منہ شریف سے مغافیر کی بو آتی ہے، چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا، حضور نے فرمایا کہ ہم نے مغافیر تو کھایا نہیں شہد پیا ہے، اچھا میں شہد کو اپنے پر حرام کرتا ہوں یعنی چونکہ شہد کی وجہ سے حضرت زینب کے ہاں زیادہ ٹھہرتا ہوں جو تمہیں ناگوار ہے تو میں شہد حرام کیے لیتا ہوں''۔

(نور العرفان ص ۸۹۴)

آگے لکھتے ہیں کہ:

''یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کا شہد یا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام فرمالینا محض ازواج کو راضی کرنے کے لیے تھا الخ'' (ایضاً)

آگے لکھتے ہیں کہ:

''حضور نے حضرت حفصہ سے فرمایا تھا کہ شہد یا ماریہ قبطیہ کو حرام فرما لینے کی خبر کسی کو نہ دینا''۔(ایضاً)

آگے لکھتے ہیں کہ:

''حضور نے حضرت حفصہ سے دو باتیں راز کی فرمائیں ایک شہد یا حضرت ماریہ کو اپنے اوپر حرام فرمالینا'' آگے لکھتے ہیں:

''یعنی ...... نے حضرت حفصہ سے فرمایا کہ تم نے شہد کی حرمت کی خبر کیوں شائع کردی''۔(ایضاً)

سیالوی صاحب! یہ تو آپ کی ایک ہی تفسیر پیش کی ہے، اس کے علاوہ آپ کی دوسری تفاسیر کے حوالے ان شاء اللہ آفتاب ہدایت کے جواب میں پیش کیے جائیں گے۔ پھر کبھی سہی!!!!

سیالوی صاحب! آپ کی اپنی لکھی ہوئی بات آپ ہی پر لوٹاتے ہیں، آپ نے امام اہل السنۃ کے متعلق لکھا ہے کہ:

''اگر ان تفاسیر کو دیکھنے کی حاجت نہیں ہے تو کم ازکم اپنے تھانوی صاحب کی بیان القرآن ہی دیکھ لیں (ص ۲۷۸)......''

لہٰذا سیالوی صاحب اگر اپنے حکیم الامت صاحب کی نورالعرفان ہی دیکھ لیتے تو آج یہ شرمندگی نہ اٹھانا پڑتی ؏

ہم الزام ان پہ رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

لیکن سیالوی صاحب جب میں نے آپ کی یہ تحریر پڑھی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی، آپ نے لکھا کہ:

''آپ (ﷺ) نے اس امر کی طرف توجہ نہ فرمائی کہ میرا شہد کو حرام ٹھہرالینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلافِ اولیٰ ہوگا''۔(عبارت اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ حصہ دوم ص ۸۳)

مگر جب آپ کی یہ تحریر ذہن میں آئی کہ:

یہاں ہمارے بعض قارئین کے ذہن میں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کوئی عاقل آدمی اپنے

آپ کو کیسے کافر کہہ سکتا ہے تو گزارش ہے کہ کوئی عاقل واقعی اپنے آپ کو نہیں کہہ سکتا، لیکن مشہور مقولہ ہے! خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ دوم، ص ۴۶)

تو حیرت کی وجہ باقی نہیں رہی، اب میں آپ سے یہی کہہ سکتا ہوں کہ ؎

ارے او جلانے والے یہ تیرا ہی تھا نشیمن
جسے تو نے پھونک ڈالا میرا آشیاں سمجھ کر
ہم سے الجھو گے تو انجام قیامت ہوگا
ہم نے روندا ہے زمانہ میں حسینوں کا وقار

محقق العصر صاحب! آپ نے اپنی کتاب عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ اوّل کے صفحہ ۴۶ پر فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت پیش کی ہے:

''فتاویٰ رشیدیہ میں گنگوہی سے سوال کیا کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان ومکان سے پاک جاننا اور ترکیب عقلی سے منزہ...... اس کے دیدار کو الخ''

یہ عبارت فتاویٰ رشیدیہ کے کس باب کس صفحہ پر ہے اور ایڈیشن کونسا ہے یہ بتا دیں؟۔

ہوسکتا ہے کہ سیالوی صاحب ادھر ادھر کی باتیں کرکے ترجمہ والے اعتراض سے جان چھڑانے کی ناکام کوشش کریں ہم انہیں کا قول پیش کرتے ہیں چنانچہ خود لکھتے ہیں کہ:

''ہمارے مخالفین کا ادھر تو یہ حال ہے کہ اگر کوئی سنّی صحیح العقیدہ عالم دین کنزالایمان شریف کے ایک دو مقامات سے بادلیل اختلاف کرے اور اس کے پاس مضبوط اور ٹھوس دلائل ہی کیوں نہ ہوں اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیتے ہیں''۔ (تحقیقات ص ۳۹۷)

اب اگر آپ جتنا کہیں کہ آپ کے پاس مضبوط اور ٹھوس دلائل ہیں آپ کے مخالفین یعنی بریلوی حضرات نے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا ہے۔

ذرا آپ ہی اپنے طرزِ عمل کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

ہوسکتا ہے کہ آپ کو میری تحریر کا انداز سخت لگے تو اس وقت اپنے گریبان میں جھانکنا تو پھر میری تحریر آپ کو ایسی لگے گی جیسے کہ کانٹوں میں پھول۔ لیکن یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب تعصب کی عینک اتار دی جائے، ورنہ ہمارے پاس اس کا بھی حل موجود ہے۔ آئیے سیالوی صاحب! اپنے شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کے استاذ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی طرف جنہوں نے ایک پورا رسالہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے بارے میں لکھا ہے اس میں وہ رقمطراز ہیں کہ اعلیٰ حضرت اہلِ حق......کو وعظ میں گالیاں دیتے ہیں۔ (ملخص تجلیات انوار المعین)

اور آپ اپنی ہی کتابیں دیکھ لیں جو اہلِ حق کے خلاف لکھی ہیں یا آپ کے خلاف جو آپ کے اپنوں نے لکھی ہیں وہ دیکھ لیں۔ مثلاً ایک میں آپ کو لکھا ہے کہ ”نصیر الدین کا لونڈا“ تو ہم نے آپ کو لونڈا تو نہیں کہا بلکہ مفتی صاحب اور سیالوی صاحب کہا ہے۔

یا آپ اپنے مناظر سید عرفان شاہ مشہدی کو دیکھ لیں جن کا وطیرہ علماء حق کو گالیاں نکالنا ہے، بلکہ اس نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن میں گالیاں دی ہیں اور آپ ﷺ نے بھی (ویڈیو بیان) نقل کفر کفر نباشد...... یہی ہے آپ کا عشق رسول اللہ ﷺ؟

امید ہے کہ آپ جلد ہی جواب عنایت فرمائیں گے۔

اگر ایک ماہ تک اس کا جواب نہ آیا تو آپ کی طرف سے اس سوال کے جواب سے عاجزی وشکست تسلیم کر لی جائے گی۔

سیالوی صاحب! آپ کے اعلیٰ حضرت کے شاگرد مفسر قرآن نعیم الدین مراد آبادی نے بھی شہد کو حرام کرنے کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی ہے دیکھیے: (خزائن العرفان)

لہٰذا سیالوی صاحب اب آپ کو چاہیئے کہ جو جو فتوے آپ نے امام اہل السنۃ پر لگائے تھے وہی اپنے حکیم الامت ...... اور مفسر قرآن پر بھی لگائیے اور ان کے ساتھ ساتھ اپنے او پر بھی اور اب صرف آپ ہی رجوع کر سکتے ہیں آپ کے تینوں اعلیٰ حضرات رجوع کرنے سے رہے، لہٰذا ان کی رجوع والی کوئی صورت نہ نکالنا جیسا کہ آپ کا وطیرہ ہے!!

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی صاحب علیہ الرحمۃ کا مسلک:

امام اہل السنۃ نے شیخ صاحب کی عبارت پیش کی تھی جو اہل السنۃ کے مدعا پر صراحۃ دلالت کرتی ہے۔ وہ عبارت یہ تھی (فارسی عبارت اختصاراً ترک کردی ہے):

''معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ خدا تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، جس کو نبی کے ہاتھ پر وہ ظاہر کرتا ہے بخلاف دیگر افعال کے کہ ان میں کسب بندہ کی طرف سے ہوتا ہے، مگر معجزہ میں کسب بھی بندہ کی طرف سے نہیں ہوتا''۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۱۴) (راہ ہدایت ص ۲۹)

اسی طرح ایک اور طویل عبارت بھی پیش کی تھی جس میں یہ بات تھی کہ:

''پس ظاہری طور پر وہ فعل اور تصرف تجھ سے صادر ہوگا مگر باطن اور نفس الامر میں وہ پروردگار کا فعل ہوگا، کیونکہ معجزہ وکرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق اور تکریم کے طور پر ظاہر کیا جاتا ہے، معجزہ وکرامت بندہ کا فعل نہیں ہوتا جو اس کے قصد واختیار سے صادر ہو جیسا کہ دوسرے اختیاری افعال ہوتے ہیں، چنانچہ خود حضرت شیخ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ وہ خرقِ عادت اور تصرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو بندہ کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے''۔

(ترجمہ فتوح الغیب ص ۷۲ مقالہ ۶) (راہ ہدایت ص ۵۴)

یہ دونوں عبارتیں ہمارے مسلک کے اثبات اور بریلوی مسلک کے خلاف بالکل واضح صریح طور پر دلالت کرتی ہیں، جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں، لیکن بجائے اس کے کہ غلام صاحب حق کو قبول کرتے تاویلیں کرنے لگے، ان دونوں عبارتوں کے جواب میں غلام صاحب نے دو کام کیے۔

(۱) تاویل قبیح کی صریح عبارت میں۔

(۲) شیخ صاحب کی عبارات پیش کیں۔

غلام صاحب نے تاویل یہ کی کہ:

''اس عبارت میں معجزہ سے مراد کتب سماویہ یعنی قرآن پاک اور دیگر کتابیں ہیں۔ یہ تاویل کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اگر اس عبارت کا وہ مطلب لیا جائے جو خان صاحب نے سمجھا ہے

تو پھر حضرت شیخ کی اس عبارت سے اور دیگر عبارات میں تعارض اور تناقض لازم آئے گا جو شیخ کی ذات سے قطعاً بعید ہے"۔(آفتاب ہدایت ص ۲۳۵)

:

واہ غلام صاحب واہ! عقل نہ ہو تو موجاں ہی موجاں! شیخ صاحب کی وہ عبارات جو قرآن وحدیث کے بالکل موافق ہیں اور مسلک اہل السنۃ کے اور ہیں بھی بالکل واضح صاف شفاف کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے، ان کو شیخ صاحب کی ان عبارات سے ٹکرا رہے ہو جن کا مطلب تمہاری عقل ناقص کو سمجھ نہیں آیا۔

غلام صاحب جتنی بھی عبارات آپ نے شیخ صاحب کی پیش کی ہیں وہ مبہم ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک عبارت میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ معجزہ و کرامت نبی و ولی کا اپنا فعل ہوتا ہے۔

غلام صاحب! بات یہ چل رہی ہے کہ معجزہ مقدورِ انبیاء ہوتا ہے یا نہیں؟ ہم نے جو عبارات پیش کی ہیں وہ ہمارے مدعا پر صراحۃ دلالت کرتی ہیں، جبکہ تمہاری پیش کردہ عبارات کا محل نزاع سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، آپ کو چاہیئے تھا کہ ایسی عبارات پیش کرتے جن میں یہ ہوتا کہ معجزہ مقدورِ نبی ہوتا ہے، لیکن اس سے آپ بالکل ہی قاصر عاجز رہے ہیں۔

غلام صاحب کہتے ہیں کہ اس عبارت میں معجزہ سے مراد کتب سماویہ یعنی قرآن پاک اور دیگر کتابیں ہیں۔

غلام صاحب! شیخ صاحب کی عبارت مطلقاً ہر معجزہ کے متعلق ہے نہ کہ کتب سماویہ کے متعلق! لیکن غلام صاحب ان کو خاص کرتے ہیں، غلام صاحب کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے، پس انہی تاویلوں کے ذریعے معرکہ سرانجام دینا چاہتے ہیں۔

قارئین کرام! شیخ کی دو عبارتیں پہلے ہم پیش کر چکے ہیں جو ہمارے مدعا پر صراحۃ دلالت کرتی ہیں، جن کا جواب دینے سے غلام صاحب بالکل عاجز قاصر رہے، ان کی چند عبارات اور بھی ملاحظہ کریں:

(۳) ایک جگہ کرامت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے جیسا کہ معجزہ نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ (ترجمہ فتوح الغیب ص ۲۰۷ مقالہ ۴۶ بحوالہ راہ ہدایت ص ۱۵۵)

(۴) غیر خدا کے ساتھ مشغول ہونا اور ان سے مانگنا شرک ہے۔ (شرح فتوح الغیب)

(۵) شیخ صاحب اپنی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں کہ

''پس معجزہ فعل اللہ ہی کا ہے نہ رسول کا اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت کا توڑنا بندہ سے ممکن نہیں ہے''۔ (ص ۵۴)

(۶) شیخ صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

''جو کچھ امداد اور استمداد سے ہم نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا محتاج اور فقیر طرف اللہ تعالیٰ کے پکارے اللہ تعالیٰ کو اور اپنی حاجت طلب کرے دربار الٰہی اور اس بندہ دربار الٰہی کے مقرب کی روحانیت سے وسیلہ پکڑے اور یوں کہے کہ اے خداوند بابرکت اس بندے کے کہ تو نے اس پر رحمت فرمائی ہے اور اس کا اکرام کیا ہے اور بوجہ اس لطف و کرم کے جو تو اس کے ساتھ رکھتا ہے میری مراد تو ہی پوری فرما کیونکہ تو ہی دینے والا اور کریم ہے یا زائر اس قبر والے مقرب بندے کو بلاوے کہ اے بندہ خدا اور اے ولی خدا تو سفارش کر اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کہ میرا مطلب اور سوال پورا کرے اور حاجت برلاوے، پس دینے والا اور مسئول و مامول صرف پروردگار تعالیٰ و تقدس ہے اور یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے اور قادر اور فاعل اور متصرف نہیں ہے، سوائے حق سبحانہ کے اور اولیاء اللہ فعل اور قدرت میں اور سطوت میں فانی اور ہالک ہیں اور اولیاء کا فعل اور قدرت اور تصرف نہ اس وقت ہے کہ قبروں میں ہیں اور نہ اس وقت تھا جب دنیا میں زندہ تھے''۔

(اشعۃ اللمعات ص ۴۰۱ ج ۳)

شیخ صاحب کی مذکورہ عبارات سے صراحۃً دو باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) معجزہ و کرامت مقدورِ نبی و ولی نہیں ہوتا۔

(۲) عقیدہ مختار کل کی نفی۔

اب ہم غلام صاحب سے انہی کی زبان میں ان سے کہتے ہیں کہ شیخ صاحب کی جو عبارات غلام صاحب نے پیش کی ہیں جن کا محل نزاع سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور ہیں بھی غیر واضح مبہم قابل تاویل! اگر ان کا وہ مطلب لیا جائے جو غلام صاحب نے سمجھا ہے تو پھر شیخ صاحب کی ان عبارات اور ہماری پیش کردہ عبارات جو قرآن و حدیث کے بالکل موافق صاف صریح مدعا پر صراحۃ دلالت کرنے والی ہیں میں تعارض اور تناقض لازم آئے گا جو حضرت شیخ کی ذات سے قطعاً بعید ہے تو غلام صاحب سے گزارش ہے بزرگان دین کی عبارات کے ایسے مطالب نہ بیان کیا کریں جس کی وجہ سے یہ شبہ پیدا ہو کہ ان کی عبارات باہم متضاد ہیں، اس طرح عوام الناس کے ذہنوں میں ان کی قدر و منزلت کم ہو جانے کا اندیشہ ہے اور قاصر الفہم لوگ زباں درازی کریں گے اور کہیں گے کہ یہ لوگ بھی عجیب تھے کبھی کچھ کہہ دیتے تھے کبھی کچھ کہہ دیتے تھے۔ (آفتاب ہدایت ص ۲۳۵)

ایک جگہ غلام صاحب لکھتے ہیں کہ:

''لیکن سرفراز صاحب کی پراگندہ ذہنی کی دلیل یہ ہے کہ اسی کتاب کے ص ۵۵ پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت نقل کرتے ہیں کہ ولی کی طرف اشیاء کا پیدا کرنا اور اکوان کے اندر تصرف کرنا سپرد کر دیا جاتا ہے یعنی کرامات اس کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اب مولوی سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں کہ اگر تصرف کے اندر ولی کا ارادہ ہی نہیں ہوتا تو پھر شیخ عبدالحق کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا کہ تصرف اولیاء کی طرف سپرد کر دیا جاتا ہے۔ کیا کوئی سلیم العقل آدمی یہ باور کرا سکتا ہے کہ کسی کو اکوان کے اندر تصرف کرنا سپرد بھی کر دیا جائے اور اس کو تصرف کرنے کے اندر اختیار اور دخل بھی نہ ہو، ایسی ابلیسی اور الٹی منطق......الخ''۔

(آفتاب ہدایت ص ۱۷۲۔۱۷۳)

:

سیالوی صاحب! امام اہل السنۃ پر غصہ کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ شیخ صاحب تو خود تصرف سپرد کرنے سے مراد کرامت لے رہے ہیں اور پھر کرامت کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، شیخ صاحب تو معجزہ کو نبی کا اختیاری اور کسبی فعل نہیں مانتے تو کرامت کو

بطریق اولیٰ نہیں تسلیم کریں گے۔

غلام صاحب! شیخ صاحب کی عبارت میں تو یہ بھی ہے کہ اشیاء کا پیدا کرنا ولی کو سپرد کردیا جاتا ہے، تو کیا پھر تم اولیاء کو تخلیق پر بھی قادر مانتے ہو؟ حالانکہ تم اس کا انکار کرتے ہو، غلام صاحب ایک ہی لائن کے دو جزو ہیں، جن میں سے ایک کا انکار ہے اور دوسرے کا اقرار یہ فرق کیوں؟

اب جب شیخ صاحب کی عبارات میں یہ بات ہے کہ ولی کی طرف اشیاء کا پیدا کرنا سپرد کردیا جاتا ہے، لیکن تم اس کا انکار کرتے ہو تو اب ہم تمہیں تمہاری ہی زبان میں یہ کہتے ہیں کہ ''اب غلام صاحب ارشاد فرمائیں کہ اگر تخلیق اشیاء کے اندر ولی کو اختیار ہی نہیں ہوتا تو پھر شیخ عبدالحق کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا کہ تخلیق اشیاء اولیاء کی طرف سپرد کردیا جاتا ہے کیا کوئی سلیم العقل آدمی یہ باور کراسکتا ہے کہ کسی کو تخلیق اشیاء سپرد بھی کردیا جائے اور اس کو تخلیق اشیاء کے اندر اختیار اور دخل بھی نہ ہو ایسی ابلیسی اور الٹی منطق رضا خانی چاردیواری میں تو بن سکتی ہے، لیکن اربابِ عقل و دانش کے نزدیک غلام صاحب کی اس عبارت کی پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں ہے۔'' (آفتاب ہدایت ص ۱۷۲۔۱۷۳)

غلام صاحب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو کتب سماویہ کا معجزہ بھی عطا کیا ہے، لیکن تم ان میں اختیار نہیں مانتے ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

ولقد اتینا داود زبورا۔

اور اسی طرح

ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ۔

لہٰذا اب ہم تم سے تمہاری زبان میں یہ کہتے ہیں کہ

''کیا کوئی سلیم العقل آدمی یہ باور کراسکتا ہے کہ کتب سماویہ کا معجزہ بھی عطا کردیا جائے، لیکن اس معجزہ کے اندر انبیاء کرام کو اختیار اور دخل بھی نہ ہو ایسی ابلیسی اور الٹی منطق رضا خانی چاردیواری میں تو بن سکتی ہے، لیکن اربابِ عقل و دانش کے نزدیک غلام صاحب کی اس عبارت کے پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں ہے۔ (آفتاب ہدایت ص ۱۷۳)

چند علماء کی عبارات کا جواب الجواب:

امام اہل السنۃؒ نے اپنے مدعا پر علماء کرام کی عبارات پیش کی تھیں، امام اہل السنۃؒ نے امام غزالی کی یہ عبارت پیش کی تھی کہ:

''معجزہ انبیاء کرام کی صداقت پر بایں طور دلالت کرتا ہے کہ جب کہ اس کے ظاہر کرنے سے تمام انسان عاجز ہیں تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہوگا اور بس اور جب یہ نبی کی تحدّی سے مقرون ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا گویا کہ اللہ تعالیٰ نے تصدیق کر دی کہ تو دعوائے رسالت میں سچا ہے''۔

(احیاء العلوم ج ۱ ص ۹۷)

امام عبدالوہاب شعرانی کی یہ عبارت پیش کی تھی کہ:

''جاننا چاہیئے کہ انبیاء کرام کی نبوت کے ثبوت پر واضح ترین دلیل صرف معجزات ہیں اور معجزہ وہ فعل ہے، جس کو خرق عادت کے طور پر اللہ تعالیٰ مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کے دعوائے نبوت کا اعتراف کرتے ہوئے صادر فرمائے، یہ فعل اللہ تعالیٰ کے اس قول کے قائم مقام ہے کہ تو اپنے دعوائے رسالت میں بالکل سچا ہے''۔ (الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۱۵۸)

اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کی یہ عبارت پیش کی تھی کہ:

''معجزہ اس خارق عادت امر کو کہا جاتا ہے جو منکرین نبوت کے مقابلہ میں مدعی نبوت کے ہاتھ پر صادر ہو اور اس کی مثل لانے پر قدرت حاصل نہ ہو''۔ (مجموعہ فتاویٰ ج ۲ ص ۱۸)

اور حافظ کمال الدین ابن ہمام الحنفی کی یہ عبارت پیش کی تھی کہ:

''معجزہ جب ایسی چیز ہے کہ اس کے صادر کرنے سے مخلوق عاجز ہے تو معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوگا''۔ (المسائرہ ج ۲ ص ۸۹ مع المسامرہ)

اور کمال الدین محمد بن ابی شریف الشافعی کی یہ عبارت کہ:

''بلاشبہ معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے''۔ (المسامرہ ج ۲ ص ۸۹)

یہ عبارات اہل السنۃ کے مدعا پر صراحۃ دلالت کرتی ہیں، اب غلام صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ اپنی ضد چھوڑ دیں اور مسلکِ حق قبول کر لیتے، مگر لگتا ہے کہ جیسے غلام صاحب کی بھی یہی

حالت ہو چکی ہو۔

ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ۔

کہ ایسی صاف وشفاف عبارات کے اندر بھی تاویل کرنے لگے، چلو اگر تاویل ہی کرنی تھی تو کوئی دلیل دیتے، لیکن دلیل کہاں سے ملے گی؟

تاویل یہ کی کہ یہ جو الفاظ ہیں کہ بشر کی قدرت کے تحت نہیں ہے یا مخلوق عاجز ہے تو اس سے مراد منکرین نبوت ہیں، یعنی کفار معجزہ پر قادر نہیں ہوتے، انبیاء تو قادر ہوتے ہیں۔

(ملخصاً آفتاب ہدایت)

:

غلام صاحب کہتے ہیں کہ منکرین نبوت معجزات پر قادر نہیں ہوتے۔ تو ہم جناب سے پوچھتے ہیں کہ کیا مقرین نبوت قادر ہوتے ہیں؟ اور تم بھی مقرین نبوت سے ہو کیا تم قادر ہو؟ چلو خرق عادات کام بطور کرامت پر قادر ہو؟ اگر قادر ہو تو کتنے خرق عادات کام تم نے اپنے اختیاری فعل سے کر دکھائے ہیں۔

اور اگر مقرین نبوت خرق عادات کاموں پر افعال اختیار یہ کی طرح قدرت نہیں رکھتے اور یقیناً نہیں رکھتے تو پھر بعض اوقات اولیاء اللہ کے ہاتھ پر کرامت ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا غلام صاحب جو بات بھی کرو گے اس سے بچ نہیں سکتے کہ یا تو بشر اور مخلوق کے اندر انبیاء کرام کو بھی داخل مانو یا پھر تمام مقرین نبوت کو خرق عادات افعال پر افعال اختیار یہ کی طرح قادر مانو!!

ہوسکتا ہے کہ غلام صاحب یوں کہہ دیں کہ مقرین نبوت سے اولیاء اللہ تو خرق عادات امور پر قادر ہوتے ہیں لیکن عام مومنین قادر نہیں ہوتے، لیکن سیالوی صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ بعض اوقات عام مومنین سے بھی خرق عادت کام ظاہر ہو جاتا ہے جسے "معونت" کہا جاتا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ:

"سب قسمیں خرقِ عادت کی چار ہیں:

اگر مومن صالح متقی کامل معرفت والے سے ہو اس کو کرامت کہتے ہیں اور جو نبی سے نبوت کے دعویٰ پر ہو معجزہ ہے اور اس سے پہلے ارہاص اور مومن اہل صلاح سے ہو تو اس کو

معونت کہتے ہیں"۔(تکمیل الایمان ص ۹۸)

اس کے ساتھ غلام صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اکابر کی کتب میں صراحۃ انبیاء کرام اولیاء عظام کا نام لیکر بھی ان سے اختیار کی نفی کی گئی ہے۔

چنانچہ دیکھئے: (الفتح الربانی ص ۱۵۳، شرح مثنوی جلد اول ص ۳۰، کشف المحجوب اردو ۲۰، ۳۱۹، شرح شفاج ۲ص ۴۵۹، نبراس ص ۴۳۵، کبیر ج ۱۲، ص ۱۲، ص ۱۲۴ المائدہ آیت ۱۱۰، مظہری آل عمران ج دوم کبیر ج ۸ ص ۶۵ آل عمران آیت ۴۹، نسفی جلد ۲ ص ۲۵۶، مظہری جلد ۵ ص ۲۵۸، مظہری جلد ۳ ص ۳۱۱، نسفی جلد ۲ ص ۲۸، کبیر ج ۳۱ ص ۵۶، کبیر جلد ۲۱، ص ۵۹)

غلام صاحب! ان تمام کتب میں انبیاء کرام کا نام لیکر ان سے معجزات میں قدرت و اختیار کی نفی کی گئی ہے، شیخ عبد القادر جیلانی اور ان کا مسلک امام اہل السنۃؒ نے شیخ صاحب کا حوالہ پیش کیا تھا کہ:

"تیری طرف تکوین اور خوارق عادات کی نسبت کی جائے گی اور یہ چیز عقل کے ظاہر فیصلہ کے مطابق تجھ سے دیکھی جائے گی حالانکہ درحقیقت اور اعتقادی طور پر فی الواقع یہ اللہ تعالیٰ کا فعل اور اس کا ارادہ ہوتا ہے"۔(فتوح الغیب ص ۷ مقالہ ۶۰)

اور اس کی تشریح کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا کہ:

"معجزہ و کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق اور تکریم کے طور پر ظاہر کیا جاتا ہے، معجزہ و کرامت بندہ کا فعل نہیں ہوتا جو اس کے قصد و اختیار سے صادر ہو جیسا کہ دوسرے افعال اختیاریہ ہوتے ہیں، چنانچہ خود شیخ عبد القادر فرماتے ہیں کہ وہ خرقِ عادت اور تصرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو بندہ کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے"۔

(فتوح الغیب ص ۲۷۰)

غلام صاحب نے اس عبارت کا تو کچھ جواب نہیں دیا البتہ قصیدہ غوثیہ کے چند اشعار پیش کیے۔

اوّلاً تو ہمارے لئے قصیدہ غوثیہ حجت نہیں، ثانیاً ان اشعار میں سے کسی ایک شعر میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ معجزہ و کرامت خرقِ عادت کام نبی و ولی کے اختیار میں ہوتے ہیں جب چاہیں جو چاہیں خرقِ عادت کام کر ڈالیں۔

ہم حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور حوالہ پیش کرتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

وماظھر فی عصا موسی علیہ السلام کان قدرۃ من الحق عزّوجلّ خرق عادۃ و معجزۃ ولھذا قال امیر السحرۃ لواحد من اصحابہ انظر الی موسی فی امی حالۃ ھو فقال لہ قد تغیر لونہ والعصا تعمل عملھا فقال ھذا من فعل اللہ عزّوجلّ لامن فعلہ فان الساحر لا یخاف من سحرہ والصانع لا یخاف من صنعتہ ثم امن بہ۔(الفتح الربانی ص ۱۵۳)

ترجمہ: اور جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا میں ظاہر ہوا تو وہ خرقِ عادت اور معجزہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تھا، اسی لیے جادوگروں کے سردار نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ تو موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ وہ کس حالت میں ہیں؟ تو اس نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رنگ متغیر ہوگیا ہے جبکہ عصا اپنا کام کر رہا ہے تو اس نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ کیونکہ جادوگر اپنے جادو سے اور صانع اپنی صنعت سے نہیں ڈرتا پھر وہ ان پر ایمان لایا۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوگیا کہ شیخ جیلانی کا یہ ہرگز عقیدہ نہ تھا کہ معجزات و کرامات انبیاء اولیاء کے اختیار میں ہوتے ہیں، ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اولیاء خواص کے لیے تو کرامات کا ظہور محض حیض کی مانند ہے۔''(سر الاسرار ص ۷۴)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حیض عورت کے اختیار میں نہیں ہوتا اسی طرح کرامت بھی ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔

علّامہ ابن خلدون علیہ الرحمۃ کا مسلک:

امام اہل السنۃؒ نے علامہ ابن خلدون کی ایک عبارت پیش کی تھی کہ:

''انبیاء کرام کی علامات میں سے خوارقِ عادات کا وقوع بھی ہے، جو ان کی صداقت پر شہادت دیتے ہیں اور وہ ایسے افعال ہوتے ہیں جن سے انسان عاجز ہیں، اسی وجہ سے ان کو معجزہ کہا جاتا ہے اور یہ افعال ان افعال کی جنس سے نہیں ہیں جن پر بندوں کو قدرت ہوتی

ہے، بلکہ یہ افعال بندوں کے محل قدرت سے بالکل باہر ہوتے ہیں اور لوگوں کے معجزات کا وقوع اور ان کی تصدیق انبیاء پر دلالت کرنے کی کیفیت میں اختلاف ہے، متکلمین کہتے ہیں کہ چونکہ فاعل مختار ایک ہی ہے، اس لیے یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں نبی کے فعل سے نہیں واقع ہوتے، معتزلہ اگر چہ بندوں کے افعال کو خود ان سے صادر مانتے ہیں مگر معجزات کے بارے میں معتزلہ بھی یہی کہتے ہیں کہ معجزات میں بندوں کے فعل کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور تمام متکلمین کے نزدیک نبی کا کام معجزہ میں صرف باذن اللہ تحدّی کرنا ہے کہ وہ ان کے وقوع سے پہلے اپنے مدّعا کے صدق پر اس سے استدلال کرتے ہیں اور جب معجزہ واقع ہو جاتا ہے......الخ مقدمہ ص ۹۳''۔ (راہ ہدایت ص ۲۳۔۲۲)

غلام صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ابن خلدون کی اصل عبارت یہ تھی کہ معجزات ایسے افعال ہوتے ہیں کہ باقی انسان ان کی مثل لانے پر قادر نہیں ہوتے تو اس عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کا معارضہ دوسرے لوگ نہیں کر سکتے اس عبارت سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ معجزات پر انبیاء کو بھی قدرت نہیں ہوتی۔ (آفتاب ہدایت ص ۲۰۶)

جواب:

قارئین کرام! غلام صاحب کا دجل دیکھیں کہ کہتے ہیں کہ اصل عبارت یہ تھی کہ باقی انسان ان کی مثل لانے پر قادر نہیں ہوتے، حالانکہ عبارت تو اس طرح ہے کہ وھی افعال یعجز البشر عن مثلھا باقی کا لفظ اپنے پاس سے ہی گھڑ لیا۔ اس کے علاوہ دوسرا دجل یہ ہے کہ آگے عبارت میں صراحتہ یہ بات ہے کہ بانھا واقعة بقدرة اللہ تعالیٰ لا بفعل النبی کہ یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں نبی کے فعل سے نہیں واقع ہوتے۔

غلام صاحب اتنی صاف شفاف عبارت میں بھی دھوکہ وفریب دینے سے باز نہیں آئے، چہ جائے کہ اس کو قبول کر لیتے اور اپنے عقیدہ سے رجوع فرما لیتے! غلام صاحب کہتے ہیں کہ یہ مطلب خود ابن خلدون کی کثیر عبارت کے خلاف ہے۔ (آفتاب ہدایت)

لیکن کثیر عبارات سے ایک عبارت بھی پیش نہیں کی کہ جن میں یہ بات ہوتی ہے کہ معجزہ نبی کا فعل ہوتا ہے۔

حضرت ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ کا مسلک:

امام اہل السنۃؒ نے شرح شفا کی ایک عبارت پیش کی تھی کہ معجزہ کے لیے یہ خصوصیت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور انسان کی قدرت کے نیچے داخل نہیں ہوتا۔ (فتح الصفاء شرح الشفاء)

تو غلام صاحب اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ:

''معجزہ کے معارضہ پر انبیاء علیہم السلام کے مخالفین قادر نہیں ہوتے یا اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ معجزہ پر انبیاء علیہم السلام بطورِ خلق قدرت حاصل نہیں ہوتی یا پھر معجزہ سے مراد آسمانی کتابیں ہیں۔'' (آفتاب ہدایت ص ۲۱۸)

جواب:

غلام صاحب کی تینوں تاویلیں باطل ہیں، اوّل کا جواب ہم پچھلے صفحات میں دے چکے ہیں، وہیں ملاحظہ کرلیا جائے۔ دوسری تاویل پر کوئی دلیل پیش نہیں کی، حالانکہ عبارت میں یہ بات صاف لکھی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور انسان کی قدرت کے نیچے داخل نہیں ہوتا۔

اگر غلام صاحب کو عبارت کے ظاہر مطلب کے خلاف مطلب مراد لینا تھا تو اس پر کوئی دلیل پیش کرتے، حالانکہ اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

بلکہ ایک عبارت ہم پہلے بھی پیش کر چکے ہیں اس میں یہ بات ہے کہ مردوں کا زندہ کرنا یہ مقدورِ بشر ہی نہیں ہے، باقی رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا تو وہ اللہ تعالیٰ نے زندہ کیے تھے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے۔ (شرح شفاء جلد ۲ ص ۴۵۹)

تیسری تاویل اس لیے باطل ہے کیونکہ:

وہ مطلق معجزہ کی بات کر رہے ہیں نہ کہ کتب سماویہ کے معجزات کی۔

غلام صاحب! علماء کی عبارات کو ان کے مطلب کے خلاف مطلب بیان کر کے خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کیوں کر رہے ہو، اپنی آخرت برباد نہ کیجئے اور راہِ ہدایت پر آجائیے، غلام صاحب! ہدایت کا آفتاب تو ہو مگر راہِ ہدایت نہ ہو تو کام نہیں بنتا!!!!

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا مسلک:

قاضی صاحب کی امام اہل السنۃ نے یہ عبارت پیش کی تھی کہ:

''جاننا چاہیئے کہ جو خارقِ عادت چیز انبیاء کرام کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے، اس کو اس لیے معجزہ کہتے ہیں کہ مخلوق اس کے ظاہر کرنے سے عاجز ہوتی ہے اور جب مخلوق اس سے عاجز ہوئی تو معلوم ہوا کہ معجزہ خالص خدا تعالیٰ کا فعل ہی ہوگا جو نبی کی صداقت کی واضح دلیل ہے (پھر آگے فرمایا) جیسے مردوں کا زندہ کرنا اور لاٹھی کو سانپ بنا دینا اور پتھر سے اونٹنی کا نکالنا اور درخت کا کلام کرنا اور انگلیوں سے پانی کا ابل پڑنا اور چاند کا پھٹ جانا (وغیرہ) یہ ایسی چیزیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور سے ان کا ہونا ممکن ہی نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور نبی علیہ السلام نے مکذبین کو چیلنج کر کے ان کو اس فعل کے صادر کرنے سے عاجز کر دیا۔ (شفاء ۱۲۲)''۔

(راہ ہدایت ص ۱۹)

غلام صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

''اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ معجزہ میں خلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ معجزہ کے پیدا کرنے پر کوئی قادر نہیں ہے، اس عبارت میں فعل سے مراد خلق والا معنیٰ ہے''۔ (آفتاب ہدایت ص ۲۱۲)

:

قارئین کرام! اگر غلام صاحب کی اس بے ہودہ توجیح کو قبول کرلیا جائے تو اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ مخلوق خرقِ عادات امور میں تو خلق سے عاجز ہے، لیکن غیر خرقِ عادات امور میں خلق پر قادر ہے۔

اسی طرح شفاء شریف کی اگلی عبارت کہ جیسے مردوں کا زندہ کرنا لاٹھی کو سانپ بنا دینا پتھر سے اونٹنی نکالنا اور درخت کا کلام کرنا اور پانی کا انگلیوں سے نکلنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا یہ ایسی چیزیں ہیں کہ اللہ کے بغیر کسی اور سے ان کا صادر ہونا ممکن ہی نہیں ہے، بلکہ اللہ کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھ

پر صادر ہوتا ہے۔

غلام صاحب! صرف خرقِ عادات امور کے متعلق کہنا کہ اللہ کے بغیر کسی اور سے صادر ہی نہیں ہو سکتے، اس پر صراحۃ دلالت کرتا ہے کہ یہاں پر خلق والا معنیٰ نہیں ہے، کیونکہ موافق عادات امور میں بھی خلق تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، پھر اس کے باوجود صرف خرقِ عادات امور کے متعلق ہی کہنا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے فعل سے ہوتے ہیں غلام صاحب کی توجیح تو ان کے عقیدہ شنیعہ کو باطل کر رہا ہے۔

امام رازی علیہ الرحمۃ کا مسلک:

غلام صاحب نے امام رازی کی چند عبارات پیش کر کے اپنے عقیدہ کو ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے، جن میں اس طرح کے الفاظ ہین کہ ''اور اسے عالم میں تصرف کی قدرت حاصل ہو جائے گی''۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۹۸)

اور یہ بھی کہ ''اس کو عالم کے اجسام میں اسی طرح تصرف کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے جس طرح ارواحِ فلکیہ کو تصرف کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔'' (کبیر جلد ۵ ص ۴۶۸)

اسی طرح کی اور بھی کچھ عبارات پیش کی ہیں، دیکھئے: (آفتاب ہدایت ص ۲۲۰۔۱۹۹)

:

غلام صاحب ان تمام عبارات میں امام رازی کا مقصد صرف یہ ہے کہ خرقِ عادات امور اولیاء اللہ کے ہاتھ پر بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

لفظ تصرف کے متعلق ہم پیچھے باحوالہ یہ بحث کر چکے ہیں کہ جہاں پر تصرف کا ثبوت ہو گا تو اس سے کرامات کا ہی ثبوت ہو گا نہ یہ کہ خرقِ عادات امور ان کے لیے افعال اختیاریہ کی طرح ہوتے ہیں کہ جب چاہیں جو چاہیں خرقِ عادت کام کر دکھائیں۔

اور یہاں پر امام رازی کرامات کے جواز ہی پر بحث کر رہے ہیں جیسا کہ اس بحث کے شروع میں وہ لکھتے ہیں کہ

واما الدلائل العقلیة القطعیة علی جواز الکرامات فمن وجوہ۔
(کبیر جلد ۲۱ ص ۸۹)

اور غلام صاحب کی پیش کردہ عبارات اس بحث کی حجۃ مادیہ اور سابعہ میں سے ہیں۔
رہی یہ بات کہ خرقِ عادت فعل کس کا ہوتا ہے تو اس کے متعلق ہم تقریباً امام صاحب کی ڈیڑھ دو درجن عبارات پیش کر چکے ہیں، جن سے یہ بات صراحۃ ثابت ہو جاتی ہے کہ خرقِ عادت کام کا فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔
غلام صاحب کی پیش کردہ عبارات سے تھوڑا سا آگے کرامات اور استدراجات کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ صَاحِبَ الْكَرَامَةِ لَا يَسْتَأْنِسُ بِتِلْكَ الْكَرَامَةِ بَلْ عِنْدَ ظُهُورِ الْكَرَامَةِ يَصِيرُ خَوْفُهُ مِنَ اللهِ تَعَالَى أَشَدَّ وَحَذَرُهُ مِنْ قَهْرِ اللهِ أَقْوَى فَإِنَّهُ يَخَافُ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ مِنْ بَابِ الِاسْتِدْرَاجِ۔ (کبیر جلد ۲۱ ص ۹۴)

کیوں غلام صاحب اگر کرامت ولی کا اختیاری فعل ہوتا ہے تو پھر اس سے ڈرتا کیوں ہے؟
اسی طرح غلام صاحب کو چاہیئے کہ ہم نے امام رازی کی جتنی بھی عبارات پیش کی ہیں ان سب پر غور کریں اور تمام عبارات کو مدنظر رکھ کر امام صاحب کے متعلق کچھ لب کشائی کریں۔
امام اہل السنۃ ؒ نے امام رازی ؒ کی ایک عبارت پیش کی تھی کہ:

”اور منجملہ ان دلائل کے جن سے ہمارے دعویٰ مذکور کی حجت ثابت ہوتی ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے کافروں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اے محمد ﷺ ہم تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک تم زمین میں سے ہمارے لیے چشمہ نہ نکال دو وغیرہ وغیرہ تو اس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد ان سے کہہ دو کہ سبحان اللہ! میں تو صرف آدمی اور پیغمبر ہوں یعنی کسی شخص اور آدمی کا پیغمبر ہونا صرف اس پر موقوف ہے کہ وہ قوت نظری و عملی میں کامل ہو اور ناقصوں کو کامل کر سکتا ہو اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ ان باتوں پر بھی قادر ہو جو تم طلب کرتے ہو (یعنی یہ مذکورہ خوارقِ عادات اور معجزات)“۔

(مطالب عالیہ الماخوذ من الکلام ج ۲ ص ۲۰۵، ۲۰۶) مولانا شبلی نعمانی) راہ ہدایت ص ۷۶)

غلام صاحب اس عبارت کے جواب میں لکھتے ہیں کہ مولوی سرفراز صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عقلاً نبوت میں اور خوارقِ عادات امور صادر کرنے میں کوئی ملازمہ نہیں، اس سے یہ کیسے لازم آئے گا کہ وہ معجزات میں انبیاء علیہم السلام کی قدرت تسلیم نہیں کرتے۔
(آفتاب ہدایت ص ۲۰۳)

:

قارئین کرام! غلام صاحب تو عقل کے اندھے ہو چکے ہیں کہ اتنی صراحت کے باوجود کہتے ہیں کہ اس سے یہ کیسے لازم آئے گا کہ......الخ

قارئین! اس عبارت پر غور کریں کہ

''اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ ان باتوں پر بھی قادر ہوں جو تم طلب کرتے ہو'' اس عبارت سے صراحۃً معجزات پر قدرت کی نفی ہو رہی ہے، لیکن سمجھنے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے!!

غلام صاحب نے امام شعرانیؒ کا حوالہ پیش کیا تھا کہ:

الکامل من قدر علی الکرامۃ۔ (الیواقیت جلد ۲)

کامل وہ ہے جو کرامت پر قادر ہو۔ (آفتاب ہدایت)

:

غلام صاحب دجل سے کام لے رہے ہیں، کیونکہ ہمارا تمہارا اختلاف کرامتِ حسّی میں ہے نہ کہ کرامتِ معنوی میں۔

جبکہ امام عبدالوہاب شعرانی مذکورہ عبارت کرامت معنویہ کے متعلق لکھ رہے ہیں نہ کہ کرامتِ حسی کے متعلق۔ دیکھئے (الیواقیت جلد ۲)

اور کرامتِ معنوی کی تفصیل بھی وہیں درج ہے کہ تقوی و بزرگیت وغیرہا۔

غلام صاحب نے قطعی اور ظنّی مسئلہ کی بحث کی ہے تو اس کے لیے غلام صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ دراصل یہ اصطلاح کا فرق ہے وگرنہ بات ایک ہی ہے، وہ اس طرح کہ امام اہل

السنۃؒ کے نزدیک عقائد صرف وہی ہیں جو قطعی ہیں، جو ظنی ہیں یا ان عقائد کی تفصیلات و کیفیات ہیں ان کو امام اہل السنۃؒ عقائد قطعیہ میں شمار ہی نہیں کرتے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

''عقائد کی کیفیات یا تفصیلات یا دیگر فرعی مسائل محل نزاع نہیں ہیں۔'' (راہ ہدایت ص ۱۶۲)

پھر آگے فرماتے ہیں کہ

''مسائل اور اعتقاد کا فرق ہے''۔ (راہ ہدایت ص ۱۶۵)

اس سے کچھ اوپر فرماتے ہیں کہ:

''کسی ظنّی مسئلہ میں خبر واحد کا (جو ظنّی ہے) حجّت ہونا محل نزاع نہیں ہے۔'' (ایضاً)

مزید فرماتے ہیں کہ

''نزاع اس میں نہیں ہے کہ کیا کوئی مسئلہ بھی خبر واحد سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ مسئلہ کے اثبات کا جھگڑا نہیں ہے، جھگڑا صرف عقیدہ کے اثبات کا ہے اور ہماری دلیل آپ ان کتب میں ملاحظہ فرمائیں، شرح مواقف ص ۷۲۷۔ شرح فقہ اکبر ص ۶۸ مسامرہ جلد ۲ ص ۸۷، شرح عقائد ص ۱۰۱ اور ملاحظہ کریں کہ ان تمام کتب میں خبر واحد اور عقیدہ کی تصریح موجود ہے بایں طور کہ خبر واحد اگرچہ صحیح بھی ہو اثبات عقیدہ کے لیے بالکل ناکافی ہے۔

حافظ ابن حجر سے سن لیجئے، وہ ارقام فرماتے ہیں کہ:

''یعنی جن مسائل کا تعلق عمل سے ہے ان میں صحیح احادیث سے استدلال کرنا کافی ہے، کیونکہ اعمال کے لیے ظنّی دلائل ہی کافی ہیں، لیکن جب عقائد کی باری آئے گی تو ان میں صرف وہی حدیثیں قابل قبول ہوں گی جو صرف قطعی ہوں۔ (فتح الباری جلد ۸ ص ۴۳) (ایضاً)

اسی طرح شرح فقہ اکبر میں ہے کہ:

فان الاحاد لا تفید الاعتماد فی الاعتقاد۔ (شرح فقہ اکبر ص ۶۸)

ایک اور جگہ ہے کہ:

فلا یخفی ان المعتبر فی العقائد ھو الادلۃ الیقینیۃ ۔ (ایضاً ص ۱۲۲)

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ:

يَتَّبِعُونَ الظَّنَّ فِي الِاعْتِقَادِ وَيَتَّبِعُونَ مَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ فِي الْعَمَلِ وَالْعِبَادَةِ وَكِلَاهُمَا فَاسِدٌ، لِأَنَّ الِاعْتِقَادَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ مَبْنَاهُ عَلَى الْيَقِينِ، وَ كَيْفَ يَجُوزُ اتِّبَاعُ الظَّنِّ فِي الْأَمْرِ الْعَظِيمِ۔ (کبیر جلد ۲۸، ص ۳۰۱)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

واما فی الاعتقادات فلا یغنی الظن شیئًا من الحق۔ (ایضاً ص ۳۱۰)

القصہ متقدمین تو عقائد کی دو قسمیں قطعی و ظنی نہیں بناتے اور متاخرین نے بنائی ہیں اس میں امام اہل السنۃ کی بات میں لفظی فرق ہے، حضرت شیخ ان کو عقائد کی تفصیلی کیفیت قرار دیے ہیں اور باقی اہل علم انہیں عقائد ظنیہ قرار دیے ہیں۔

غلام صاحب اپنے گھر سے بھی سن لیں:

(۱) اعلیٰ حضرت صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اعتقادات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ ظنیات صحاح کا، احادِ صحاح بھی معتبر نہیں، چنانچہ فن اصول میں مبرہن ہے''۔ (الدولۃ المکیہ ص ۸۲)

(۲) ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

''عقیدے کے لیے قطعی دلیل کی ضرورت ہے قرآن کی آیت یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالت جن میں نہ شبہے کی گنجائش ہے نہ تاویل کی راہ پیش کی جائے''۔

(دس عقیدے ص ۸۱)

(۳) بریلوی شیخ القرآن فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اعتقادات میں نصوص صریحہ قطعیہ چاہئیں۔'' (ابوین مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۱۳)

(۴) بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''عقائد میں ظن کافی نہیں۔'' (نور العرفان)

(۵) ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

''(عقیدہ کے لیے) وہ آیات جو قطعی الدلالت ہوں جن کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔ (جاء الحق ص ۷۱)

(۶) بریلوی پیر نصیر الدین نصیر صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اور عقائد میں ظنیات سے بحث نہیں ہوتی بلکہ قطعیات سے گفتگو کی جاتی ہے۔''

(اعانت و استعانت کی شرعی حیثیت ص ۷۸)

امام غزالی علیہ الرحمۃ:

غلام صاحب لکھتے ہیں کہ:

''امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس سے امورِ خارقہ للعادات صادر ہوئے ہیں، جس طرح ہم میں ایک صفت حاصل ہوتی ہے جس کے ذریعے افعالِ عادیہ کو وقوع پذیر کرتے ہیں۔'' (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۹۰)

اسی طرح مواہب لدنیہ جلد اول ص ۴، فتح الباری جلد ۱۲ ص ۲۲۳ پر بھی یہی عبارت لکھی ہوئی ہے۔ (آفتاب ہدایت ص ۱۳۷)

جواب:

غلام صاحب! اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام کو نبوت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر فرماتا ہے، جس طرح ولی سے کرامت ہی صادر ہوگی نہ کہ معجزہ۔

اور اس عبارت کا یہ مطلب لینا اس لیے ضروری ہے کیونکہ امام غزالی کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ معجزات انبیاء کرام کے اختیاری فعل ہوتے ہیں، ہم اس سلسلے میں امام غزالی کی صریح عبارتیں پیش کرتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

''معجزہ انبیاء کرام کی صداقت پر بایں طور دلالت کرتا ہے کہ جب کہ اس کے ظاہر کرنے سے تمام انسان عاجز ہیں تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہوگا۔'' (احیاء العلوم جلد ا ص ۹۷)

غلام صاحب! ایسی صریح عبارت ہونے کے باوجود ہم تمہیں یہی کہہ سکتے ہیں کہ ؎

شرم تم کو مگر نہیں آتی

اسی طرح امام صاحب کی ایک اور کتاب ''کتاب الطبّ والعلاج'' جس کا ترجمہ لاہور سے چھپا ہے حافظ یاسین علی حسنی نظامی نے لکھا ہے، اس سے ہم آپ کو درج ذیل باتیں سناتے ہیں، سنیے:

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

معجزہ امر کسبی نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا کام ہے جس کا انجام پذیر ہونا حیلہ شرعی سے ممکن ہو، نہ اس میں طبیعت قوت لگا سکتی ہے نہ اوہام اثر کر سکتے ہیں نہ خیالات اس کی حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں......الخ۔

(مجربات امام غزالی ص ۲۹۶)

آگے لکھتے ہیں کہ:

معجزہ رسول کا اختیاری فعل نہیں ہے نہ رسول کو اس کے ظاہر کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے......الخ (مجربات امام غزالی ص ۲۹۹)

آگے لکھتے ہیں کہ:

پس موسیٰ علیہ السلام کے خوف کرنے سے یہ بات ظاہر ہے کہ نبی کا معجزہ میں کچھ اختیار نہیں ہے، اگر اختیار ہوتا تو خوف نہ کرتے، کیونکہ عامل اپنے فعل سے خوف نہیں کرتا اور نہ عالم اپنے علم سے ڈرتا ہے، اس لیے کہ وہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے۔

اور معجزہ چونکہ قدرتِ الٰہی سے ظاہر ہوتا ہے، نبی کی عقل بھی معجزہ کی حقیقت سے عاجز ہوتی ہے اور جبکہ نبی کی عقل معجزہ سے عاجز ہوئی، تب پھر عوام الناس کی عقلوں کا کیا کہنا ہے......الخ۔ (مجربات امام غزالی ص ۳۰۰)

آگے لکھتے ہیں کہ:

رسول معجزہ کے ظاہر کرنے سے عاجز ہیں، بلکہ اس کی حقیقت سے بھی مطلع نہیں ہیں۔ درحقیقت معجزہ کا ظاہر کرنے والا خداوندِ کریم ہے، وہی اپنی قدرت سے جس وقت چاہتا ہے ایسی چیز ظاہر کرتا ہے جس کے دیکھنے یا سننے یا جاننے یا اس جیسا کرنے سے عقول ونفوسِ بشری عاجز ہو جاتے ہیں۔ (مجربات امام غزالی ص ۳۰۱)

آگے لکھتے ہیں کہ:

''معجزہ زمین سے نکلتا ہے، نہ طبیعت سے پیدا ہوتا ہے اور نہ قوتِ بشری سے متعلق ہوتا ہے، بلکہ یہ مثل ایک پرندے کے ہے جو آسمانی عنایت سے تائید اور توفیق کے دو پروں

کے ساتھ اڑتا ہوا رسول پر نازل ہوتا ہے، اس کے نازل ہونے سے طبیعت کے حجاب جل جاتے ہیں اور اس کی کیفیت اور حقیقت کے معلوم کرنے میں عقلیں پریشان ہو جاتی ہیں بجز اس کے تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا، یہ معجزہ ہی وہ چیز ہے جس سے نبوت کا امر پورا ہوتا ہے اور اسی سے رسالت کا نور ظاہر ہوتا ہے اور شریعت کے عہد کو مفہوطی پہنچتی ہے معجزہ ایک غیر متعارف اور غیر معتاد اور غیر مطبوع چیز کے ظاہر کرنے میں خدا کا راز اور اس کا اسرار ہے"۔

(مجرباتِ امام غزالی ص ۳۰۴)

★★★★ختم شدہ★★★★

آخری گذارش

ہم نے تقریباً تمام باتوں کے جواب عرض کر دیے ہیں، بعض باتوں کے جواب بعض باتوں کے ضمن میں آگئے ہیں اور بعض باتوں کو فضول و بے کار ہونے کی وجہ سے ہم نے ویسے ہی ترک کر دیا ہے۔

چونکہ یہ کتاب سیالوی صاحب کی زندگی میں لکھی گئی تھی، اس لیے ہمارا خطاب ان سے رہا، مگر اب وہ آنجہانی ہو چکے ہیں، مگر ہم نے ان خطابات کو برقرار رکھا ہے، مگر مقصود باقی اہلِ بدعت کو سنانا ہے!!

پنجابی کی مشہور کہاوت ہے

آکھاں دھی نوں تے سُناواں نھوں نوں

سیالوی صاحب نے بھی چونکہ کئی عبارات میں صرف کتاب کا حوالہ دیا، مکمل حوالے نقل نہیں کیا، لہذا ہم نے بھی بعض حوالہ جات میں صرف کتاب کا نام ذکر کرنے پر اکتفا کیا!!!!

واٰخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

☆.....☆.....☆.....☆